قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (ال عمران:74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 25/ اکتوبر 2022ء | 28/ ربیع الاول 1444 ہجری قمری | 25/اخاء 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:231

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے اور پیدا کر دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! روک رکھنے والے کنجوس کو ہلاکت دے اور اس کا مال و متاع برباد کر دے۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ فاما من اعطی واتقی)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

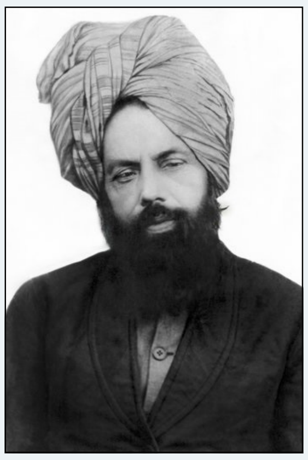

’’تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اُس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجالائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 497-498)

چندہ تحریک جدید

تحریک جدید کا مالی سال 31 اکتوبر 2022ء کو ختم ہو رہا ہے۔ اپنے وعدہ جات ادا کر کے ممنون فرماویں

ارشادِ باری تعالیٰ

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ ﴿۹۳﴾

(آل عمران:93)

ترجمہ: تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

بعض دفعہ ایسے حالات آ جاتے ہیں کہ مثلاً ملازمت چھوٹ گئی یا کوئی اور وجہ بن گئی، زمینداروں کی مثال میں پہلے دے آیا ہوں، کاروباری لوگوں کے بھی کاروبار مندے ہو جاتے ہیں یا بعض دفعہ ایسے حالات پیش آ جاتے ہیں کہ کاروبار کو فروخت کرنا پڑتا ہے، بیچنا پڑتا ہے، ختم کرنا پڑتا ہے۔ تو گو یہ ساری باتیں انسان کی اپنی غلطیوں کی وجہ سے ہی ہو رہی ہوتی ہیں۔ اس کا نتیجہ انسان بھگتتا ہے، یہ تو ایک علیحدہ مضمون ہے۔ بہرحال ایسے حالات سے بھی مایوس ہو کر بیٹھ نہیں جانا چاہئے بلکہ کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہئے، ہاتھ پیر مارتے رہنا چاہئے، چاہے چھوٹا موٹا کام ہی ہو، انسان کو کسی بھی کام کو ضرور کرنا چاہئے۔ کئی لوگ ایسے ملتے ہیں جو بہت زیادہ مایوس ہو جاتے ہیں اور پریشانی کا شکار ہوتے ہیں، ان کو بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے اور اس سے مدد مانگتے ہوئے جو بھی چھوٹا موٹا کوئی کام ملے یا کاروبار ہو اس کو دوبارہ نئے سرے سے شروع کرنا چاہئے اور کسی کام کو بھی عار نہیں سمجھنا چاہئے۔ اگر اس نیت سے یہ کام شروع کریں گے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ چندے دینے ہیں پھر چندے پورے کرنے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان چھوٹے کاروباروں میں بھی بے انتہا برکت ڈالتا ہے۔ میں نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے، بالکل معمولی کاروبار شروع کیا، وسیع ہوتا گیا اور دکانوں کے مالک ہو گئے چھابڑی لگاتے لگاتے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں جو ہوتے ہیں اگر نیت نیک ہو اور اس کی راہ میں خرچ کرنے کے ارادے سے ہو۔ تو پھر وہ برکت بھی بے انتہا ڈالتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 28 مئی 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- پاک محمدؐ مصطفی نبیوں کا سردار (منظوم)
- جامع المناھج والاسالیب
- قرآنی انبیاء
- اپنے جائزے لیں

دربارِ خلافت

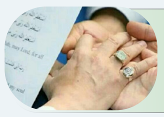

جو شخص اپنی اولاد کو نیک اخلاق نہیں سکھاتا وہ اپنی اولاد بلکہ سلسلہ سے بھی دشمنی کرتا ہے

(حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے آپ کی عزت قائم ہوئی۔ اس کے بالمقابل ہماری جماعت کے کتنے دوست ہیں جو غصے کے موقع پر اپنے نفس پر قابو رکھتے ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھو کہ ایسے شدید دشمن کے صحیح واقعات سے بھی اُس کی تذلیل گوارا نہیں کرتے مگر ہمارے دوست جوش میں آ کر گالیاں دینے بلکہ مارنے پیٹنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:

؎ رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

پس ہماری جماعت کو ایک طرف تو یہ اعلیٰ اخلاق اپنے اندر پیدا کرنے چاہئیں اور دوسری طرف بدی سے پوری پوری نفرت کرنی چاہئے۔ ایسی ہی نفرت جیسی حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دکھائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی یہ دونوں نظارے پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن ایک سمویا ہوا انسان ہے اور پھر واقعہ بیان کیا کہ پنڈت لیکھرام کو آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُس نے زبان درازی کی تھی۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی رحم ہے کہ اپنے متعلق جو بات ہو رہی ہے اُس میں فرمایا کہ نہیں۔ ایسا کام نہیں کرنا جس سے مولوی محمد حسین صاحب کو ذلت کا سامنا کرنا پڑے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو کہ جو شخص اپنی اولاد کو نیک اخلاق نہیں سکھاتا وہ نہ صرف یہ کہ اپنی اولاد سے دشمنی کرتا ہے بلکہ سلسلہ سے بھی دشمنی کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرتا ہے اور خدا سے دشمنی کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مَیں بہت ساری نصیحتیں کرتا رہتا ہوں، خطبات دیتا رہتا ہوں اور یہ سلسلہ تو ہر دور میں چلتا ہے، تمام خلفاء نے دیئے، دیتے رہے ہیں، مَیں بھی دیتا ہوں۔ آپ مثال اس کی دیتے ہیں کہ جب تک خطبات چلتے رہتے ہیں، کچھ نہ کچھ اثر رہتا ہے اور جب خطبات کا سلسلہ بند ہوتا ہے یا پھر کچھ عرصے بعد وہ اثر ختم ہو جاتا ہے۔ آپ نے اس کی مثال دی کہ ایک کھلونا ہوتا ہے جس کا نام ہے jack in the box۔ وہ باکس کے اندر ایک لچکدار گڈا ہوتا ہے۔ جب ڈھکنا بند کر دیں تو وہ اندر بند ہو جاتا ہے۔ ڈھکنا کھولو تو پھر اچھل کے باہر آ جاتا ہے۔ تو یہی حال ان لوگوں کا ہے جن کو نصیحت کرتے رہو، کرتے رہو، کچھ عرصہ اثر رہتا ہے اور جب نصیحت بند ہوتی ہے تو پھر وہ اُسی طرح اچھل کے باہر آ جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدا نے کسی کو اتنا وقت نہیں دیا کہ ایسے وعظ کر سکے کہ مستقل چلتے چلے جائیں۔ اصل چیز یہی ہے کہ انسان مومن بنے، پھر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کشمکش اُسی وقت تک کے لئے ہے جب تک ایمان نہ ہو۔

پس جب توجہ دلائی جائے تو اُس کو غور سے سننے کے بعد پھر اُس کو عملی زندگی کا حصہ بنانا چاہئے اور یہی جماعت کی ترقی کا راز ہے اور یہی چیز جو ہے انسان کو صحیح عبد بناتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں پس ضرورت اس امر کی ہے کہ جماعت محسوس کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اُن پر بڑی ذمہ داری ڈالی ہے۔ انسان کے اندر کمزوریاں خواہ پہاڑ کے برابر ہوں، اگر وہ چھوڑنے کا ارادہ کر لے تو کچھ مشکل نہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا مشہور مقولہ ہے کہ اگر تمہارے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو تم پہاڑ کو اُن کی جگہوں سے ہٹا سکتے ہو۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ گناہ خواہ پہاڑ کے برابر ہوں، انسان کے اندر ایمان اگر رتّی برابر بھی ہے تو وہ ان پہاڑوں کو اُڑا سکتا ہے۔ جس دن مومن ارادہ کر لے تو اس کے راستہ میں کوئی روک نہیں رہتی۔ وہ سب روکیں دور ہو جاتی ہیں۔ فرمایا کہ اس وقت مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دوست اپنی اپنی اولادوں کی اور جماعت کے دوسرے نوجوانوں کی اصلاح کریں۔ اپنی اصلاح کریں۔ جھوٹ، چوری، دغا، فریب، دھوکہ، بدمعاملگی، غیبت وغیرہ بدعادات ترک کر دیں۔ حتیٰ کہ اُن کے ساتھ معاملہ کرنے والا محسوس کرے کہ یہ بڑے اچھے لوگ ہیں اور اچھی طرح یاد رکھو کہ اس نعمت کے دوبارہ آنے میں تیرہ سو سال کا عرصہ لگا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہمیں ملی۔ اگر ہم نے اس کی قدر نہ کی اور پھر تیرہ سو سال پر یہ جا پڑی تو اُس وقت تک آنے والی تمام نسلوں کی لعنتیں ہم پر پڑتی رہیں گی۔ اس لئے کوشش کرو کہ اپنی تمام نیکیاں اپنی اولادوں کو دو اور پھر وہ آگے دیں اور وہ آگے اپنی اولادوں کو دیں اور یہ امانت اتنے لمبے عرصے تک محفوظ چلی جائے کہ ہزاروں سالوں تک ہمیں اس کا ثواب ملتا جائے۔ کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نیکی کسی شخص کے ذریعہ سے قائم ہو، وہ جب تک دنیا میں قائم رہے اور جتنے لوگ اُسے اختیار کرتے جائیں اُن سب کا ثواب اُس شخص کے نام لکھا جاتا ہے۔ پس جو بدلہ ملتا ہے وہ بھی بڑا ہے اور امانت بھی اپنی ذات میں بہت بڑی ہے۔ اس طرف ہمیں توجہ دینی چاہئے۔ (الفضل 26/اگست 1936ء بحوالہ خطباتِ محمود جلد 17 صفحہ 547-559)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس امانت کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے بزرگوں کی طرف سے جو امانت عطا ہوئی ہے ہم اس کا حق ادا کرنے والے بنیں اور جن لوگوں نے خود اس امانت کو یہ عہد کرتے ہوئے قبول کیا ہے کہ ہم اس کا حق ادا کریں گے اُن کو بھی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور نسلاً بعد نسل یہ حق ادا ہوتا چلا جائے۔

(خطبہ جمعہ 29 نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

پاک محمدؐ مصطفی نبیوں کا سردار

(حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ)

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن، جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں، جب دنیا میں تو آتی تھی

جب باپ کی جھوٹی غیرت کا، خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی، یوں ماں تیری گھبراتی تھی

یہ خونِ جگر سے پالنے والے تیرا خون بہاتے تھے
جو نفرت تیری ذات سے تھی فطرت پر غالب آتی تھی

کیا تیری قدروقیمت تھی! کچھ سوچ تری کیا عزت تھی!
تھا موت سے بد تر وہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی

عورت ہونا تھی سخت خطا، تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا، تا مرگ سزائیں پاتی تھی

گویا تو کنکر پتھر تھی، احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر، ترکہ میں بانٹی جاتی تھی

وہ رحمت عالم آتا ہے‘ تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے

ان ظلموں سے چھڑواتا ہے

بھیج درود اس مُحسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمدؐ مصطفی نبیوں کا سردار

صلِّ علیٰ محمّدٍ

(الفضل خاتم النبیین نمبر مورخہ 12 جون 1928ء صفحہ 71-72)

خواجہ عبدالعظیم احمد۔ مبلغ سلسلہ نائیجیریا

جامع المناهج والاساليب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شہرہ آفاق تصنیف تفسیر کبیر کا ایک اختصاصی مطالعہ

قسط 7

اجتماعی منہج / رجحان

اس رجحان تفسیر کے بارہ میں ڈاکٹر ذہبی لکھتے ہیں۔

''اس زمانہ میں علم تفسیر ادبی اور اجتماعی حوالہ سے اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ادبی اجتماعی منہج اسی زمانہ میں سامنے آیا ہے۔۔۔اس میں قرآنی نصوص کو زندگی اور اس کے گزارنے کے طریقوں معاشرتی اقدار کے فروغ اور انسانی عمرانی ضروریات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔''

(التفسیر والمفسرون، جلد ثانی صفحہ 478 مطبوعہ دار الحدیث القاہرۃ 2012ء)

اسسٹنٹ پروفیسر محمد فاروق حیدر (شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی۔ لاہور) اپنے تحقیقی مقالہ بعنوان جدید تفسیری ادب محرکات و رجحانات میں اس منہج کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''ان سب تفاسیر (سرسید احمد خان کی تفسیر القرآن،سید ابو الاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن، مفتی محمد شفیع کی معارف القرآن اور امین احسن اصلاحی کی تدبر قرآن۔ناقل) کے تالیف کیے جانے کے خاص عوامل و محرکات ہیں جن کا رنگ نہ صرف ان مفسرین کی شخصیات میں بلکہ ان کی کتب تفاسیر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔کسی کو مسلمانوں کی زبوں حالی کی فکر ہے اور اس ضمن میں وہ مسلمانوں کی نجات جدید علوم کو سیکھنے میں تصور کرتا ہے۔کسی نے قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم اور آسان انداز میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ جدید نسل میں انقلابی روح پھونکنے کی کوشش کی ہے۔کسی نے تفسیر میں منقولات اور سلف کے اقوال پر اعتماد کرتے ہوئے سماجی اور فقہی مسائل کو موضوع بحث بنایا اور قاری کے ذہن میں پیدا ہونے والے بہت سے ممکنہ سوالات کے جوابات دیے۔''

(جدید تفسیری ادب محرکات ورجحانات از محمد فاروق حیدر جہات الاسلام جلد 9 جولائی دسمبر 2015ء شمارہ نمبر 1 صفحہ 18)

اجتماعی منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر

- التحریر والتنویر من التفسیر لمحمد الطاہر المحمد المعروف بہ ابن عاشور (1879ء تا 1973ء)
- تدبر قرآن از امین احسن اصلاحی (1904ء تا 1957ء)

تفسیر کبیر میں اجتماعی منہج کی چند مثالیں

ایک معاشرہ کی ترقی کی ضمانت

''اوپر کی آیات (الفجر آیت 18 تا 21) میں چار امور بیان کیے گئے ہیں۔جو کفار میں پائے جاتے تھے اور یہی چار امور ایسے ہیں جن سے قومیں تباہ ہوتی ہیں۔

اوّل: یتامیٰ کی خبر گیری نہ کرنا۔فرماتا ہے ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی انعام ملتا ہے تو کہتے ہیں ہم خدا کے حضور خاص شان رکھتے ہیں اور جب ان پر اس رنگ میں ابتلاء وارد ہوتا ہے کہ ان کی مالی حالت ناقص ہو جاتی ہے اور ان پر تنگ دستی کے ایام آجاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں خدا نے ہماری اہانت کر دی۔گویا دونوں صورتوں میں وہ عزت اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔عزت آتی ہے تو کہتے ہیں ہمارا اکرام ہونا ہی چاہیے تھا اور اگر اہانت آتی ہے تو کہتے ہیں ہماری تو عزت ہونی چاہیے تھی خدا نے غلطی سے ہمیں ذلیل کر دیا۔اللہ تعالیٰ ان امور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ بات درست نہیں۔اصل حقیقت یہ ہے کہ تمہاری تباہی کے سامان تمہارے اندر ہی موجود ہیں اور انہی کے ذریعہ سوط عذاب نازل ہوا کرتا ہے یعنی اندرونی طور پر بعض ایسی قوتیں ہوتی ہیں جو انسان کو تباہی کی طرف لے جاتی ہیں اور تباہی کے وہ سب موجبات تم میں پائے جاتے ہیں۔اس لئے اگر تم پر تباہی نہ آئے تو اور کس پر آئے۔

چنانچہ قومی تباہی کے چار بڑے بڑے اسباب بیان کئے گئے ہیں جن میں سے پہلا اور اہم سبب یتامیٰ کی خبر گیری نہ کرنا ہے۔بظاہر یہ ایک روحانی اور دینی کام معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قومی ترقی اور اس کے تنزل کے ساتھ اس کا بڑا گہرا تعلق ہے۔اگر یتامیٰ کی خبر گیری نہ کی جائے،ان کی پرورش کو نظر انداز کر دیا جائے اور ان کو دربدر دھکے کھانے پر مجبور کیا جائے تو دنیا میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔دنیا میں بڑے سے بڑے کام قربانی کو چاہتے ہیں اور جب تک بڑی بڑی قربانیاں نہ ہوں اس وقت تک بڑے بڑے کام بھی نہیں ہوتے۔اور بڑی بڑی قربانیاں دو ہی قسم کی ہوتی ہیں یا مالی یا جانی۔مگر ہم دیکھتے ہیں انسان اپنے لئے تکلیف برداشت کر لیتا ہے لیکن جب اسے خیال آتا ہے کہ میرے بال بچوں کا کیا بنے گا تو بہت سے لوگ بزدل بن جاتے ہیں اور قربانی کے میدان سے اپنے قدم کو پیچھے ہٹا لیتے ہیں۔اگر کسی قوم میں یتامیٰ کی خبر گیری پوری طرح پائی جاتی ہو تو یہ ممکن ہی نہیں کہ جانی اور مالی قربانیوں کے وقت اس قوم کا کوئی ایک فرد بھی پیچھے رہے اور اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش نہ کرے بلکہ وہ ہنستا ہوا آگے بڑھے گا اور ہر قسم کے شدائد کو خوشی سے برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔اگر لوگ روزانہ اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھیں کہ فلاں شخص مر گیا تو اس کے یتیم بچوں کو فلاں امیر لے گیا اور اس نے اپنے بچوں کی طرح اپنے گھر میں رکھ لیا وہ ان میں اور اپنے بچوں میں کوئی فرق نہیں کرتا،وہ انہیں تعلیم دلا رہا ہے،انہیں اچھے کھانے کھلا رہا ہے،انہیں اچھا سے اچھا لباس پہنا رہا ہے تو جب بھی قربانی کا سوال پیدا ہو گا ہر شخص آگے بڑھے گا۔اور کہے گا اگر میری جان بھی جاتی ہے تو بے شک جائے مجھے اس کی پرواہ نہیں۔فلاں شخص مر گیا تھا تو اس کے بچے فلاں قومی بھائی لے گیا اور اس نے انہیں اپنے بچوں کی طرح پالنا شروع کر دیا۔فلاں شخص مر گیا تو اس کے بچوں کو فلاں شخص لے گیا اور ان کے اخراجات کا متکفّل ہو گیا اگر میں بھی مر گیا تو کیا ہوا میرے بچوں کی قوم نگران ہو گی اور وہ مجھ سے زیادہ بہتر رنگ میں ان کی تربیت کا فرض سرانجام دے گی۔یہ احساس اگر ہر فرد کے دل میں پیدا ہو جائے اور یتامیٰ کی خبر گیری قومی طور پر کسی جماعت میں پائی جائے تو وہ جماعت کبھی مٹ نہیں سکتی۔وہ جماعت کبھی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کر سکتی۔قربانیوں سے ہچکچاہٹ محض اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم مر گئے تو ہمارے بچے خاک میں مل جائیں گے ان کا کوئی نگران نہیں ہو گا۔ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہو گا۔لوگ انہیں ڈانٹیں گے،ان سے نوکروں کی طرح کام لیں گے،ان کو بوٹ کی ٹھوکروں سے ماریں گے،انہیں کھانے کے لئے سوکھے ٹکڑے پہننے کے لئے پھٹے پرانے کپڑا دیں گے ان کے سروں پر محبت کا ہاتھ نہیں رکھیں گے،ان کو پیار کی نگاہوں سے نہیں دیکھیں گے،انہیں بات بات پر جھڑکیں گے،وہ روئیں گے تو انہیں چپ کرانے کی کوشش نہیں کریں گے۔انہیں ضرورتیں پیش آئیں گی تو وہ ان کو پورا نہیں کریں گے۔یہ خیالات جب کسی شخص کے دل اور دماغ پر حاوی ہوتے ہیں تو اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اس کا بدن کپکپا جاتا ہے اور وہ جان دینے سے گھبراتا ہے اور اس میدان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔اسی طرح مالی قربانی کا وقت آئے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور اسے اپنے بچوں کی پرورش کا خیال روپیہ کو بلادریغ خرچ نہیں کرنے دیتا۔اپنی زندگی کی تو اسے پرواہ نہیں ہوتی سمجھتا ہے جس طرح بھی ہو گا میں اپنے بچوں کی پرورش کر لوں گا۔لیکن ساتھ ہی اس کے دل میں یہ خیال بھی آجاتا ہے کہ اگر مال لٹانے کے بعد میں مر گیا اور میرے بچوں کے لئے کوئی چیز باقی نہ رہی تو ان کا بعد میں کیا حال ہو گا؟اس وقت اگر وہ سمجھتا ہے کہ قوم نے میرے بچوں کی پرورش نہیں کرنی تو وہ بزدل بن جاتا ہے اور قربانی کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ سب سے زیادہ ڈر انسان کو اپنی موت کا نہیں ہوتا بلکہ سب سے زیادہ ڈر اسے اس بات کا ہوتا ہے کہ میری موت کے بعد میرے بچوں کا کیا حال ہو گا۔یہ ایک جزباتی سوال ہے جو اس کے اندر ایک کشمکش اور ہیجان پیدا کر دیتا ہے۔اس کے ارادوں میں تعطّل اور اس کی خواہشات میں جمود کی کیفیت رونما ہو جاتی ہے۔وہ دیکھتا ہے کہ قوم کے کئی بچے یتیم ہیں مگر ان کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دروازوں پر جا جا کر اپنے لئے آٹا مانگتے پھرتے ہیں۔یہ دیکھ کر وہ سمجھتا ہے اگر میں مر گیا تو میرا بچہ بھی کل اسی طرح بھیک مانگنے پر مجبور ہو گا۔پھر وہ ایک اور نظارہ دیکھتا ہے تو اس کا قلب اور بھی سہم جاتا ہے۔وہ دیکھتا ہے چند یتیم آٹا مانگنے کے لئے کسی کے دروازہ پر آئے انہوں نے دستک دی اور کہا ہمیں آٹا دیا جائے۔گھر والا ان کی آواز کو سنتا ہے تو بڑبڑا کر کہنے لگ جاتا ہے ان لوگوں نے تو ہمارے کان کھا لئے ہیں۔روز آٹا روز آٹا۔وہ یہ فقرہ سنتا ہے تو اس میں اور بھی زیادہ بزدلی پیدا ہو جاتی ہے۔وہ کہتا ہے اگر میں مر گیا تو میرا

بچہ اوّل تو بھیک مانگنے پر مجبور ہوگا اور پھر لوگوں کا سلوک اس سے یہ ہو گا کہ وہ تو آٹا مانگے گا اور لوگ اسے کہیں گے تو نے ہمارے کان کھا لئے۔ پھر وہ دیکھتا ہے کہ فلاں شخص مر گیا ہے تو اس کے یتیم بچے فلاں گھر میں برتن مانجھ مانجھ کر گزارہ کر رہے ہیں۔ وہ اپنی نظر کو وسیع کرتا ہے اور اپنی قوت فکر یہ پر زور ڈالتا ہے۔ تو کہتا ہے جب میں مر جاؤں گا میرے بچے سے بھی اس قسم کا کام لیا جائے گا۔ اس پر اس کی بزدلی کا پارہ اور زیادہ اوپر چڑھ جاتا ہے بلکہ اگر کوئی خود ہی یتیم پر ظلم کر رہا ہو تو بھی اس میں بزدلی آجاتی ہے اور وہ سمجھتا ہے جو سلوک آج میں دوسروں کے یتیم بچوں سے کر رہا ہوں وہی سلوک میرے مرنے کے بعد لوگ میرے بچے کے ساتھ کریں گے۔ پس یاد رکھو یتیم کی خبر گیری کرنا صرف نیکی اور تقویٰ ہی نہیں بلکہ قوم کے کیریکٹر کو بلند کرنا اور اسے قربانیوں پر زیادہ سے زیادہ دلیر بنانا ہے۔ جو قوم یتامیٰ سے حسن سلوک نہیں کرتی وہ قوم کبھی ترقی نہیں کرسکتی۔

میں نے ایک دفعہ گھر میں نصیحت کی کہ یتامیٰ سے ایسا سلوک ہی کرنا چاہئے جیسے اپنے بچوں سے کیا جاتا ہے۔ اگر اس رنگ میں ان سے سلوک نہیں کیا جاتا تو قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ تم نے کسی یتیم کی پرورش کی ہے میں نے کہا میں بعض یتامیٰ کا خرچ خود دیتا ہوں مگر پھر بھی میری بعض بیویاں ان سے اس طرح کام لیتی ہیں جس طرح نوکروں سے کام لیا جاتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ ان سے بالکل کام نہ لیا جائے اگر ان سے کام نہیں لیا جائے گا تو وہ آوارہ ہو جائیں گے میں صرف یہ کہتا ہوں کہ ان سے ایسا ہی کام لیا جائے جو اپنے بچوں سے بھی لے لیا جاتا ہے اور اگر کوئی کام ایسا ہو جو ہم اپنے بچوں سے کروانے کے لئے تیار نہ ہوں تو ہمیں وہ کام کسی یتیم سے بھی نہیں لینا چاہیے۔ بہرحال میں نے گھر میں نصیحت کی کہ یہ روپیہ تو میں دیتا ہوں مگر کام کی ذمہ داری تم پر ہے تمہیں چاہئے کہ ایسے رنگ میں ان سے کام مت لو گویا وہ تمہارے نوکر ہیں۔ میری نصیحت کے بعد ام طاہر مرحومہؓ نے ایک یتیم بچہ پالا بعد میں تو اس کی حالت ایسی اچھی ثابت نہیں ہوئی مگر بہرحال انہوں نے اس بچے کو اسی طرح پالا جس طرح وہ اپنے بچوں کو پالتی تھیں اور انہوں نے کسی قسم کا فرق پیدا نہ ہونے دیا۔

اس بارہ میں نہایت ہی اعلیٰ نمونہ عزیزم مرزا مظفر احمد نے دکھایا ہے جو میرے بھتیجے ہیں۔ بنگال کے وہ فاقہ زدہ لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں وہاں ہلاک ہوئے ہیں ان میں سے ایک کی یتیم بچی لے کر انہوں نے پرورش شروع کی ہے اور اس عمدگی اور خوبی کے ساتھ وہ اس کی پرورش کر رہے ہیں کہ اس میں اور ان کی اپنی لڑکی میں کوئی بھی فرق نظر نہیں آتا۔ وہ اس کو مار پیٹ لیتی ہے اور یہ اس کو مار پیٹ لیتی ہے، دونوں کے بالکل ایک جیسے کپڑے ہوتے ہیں، ایک جیسا دونوں کو کھانا کھلاتے، ایک جیسی دونوں کو تعلیم دلاتے ہیں، اور ایک جیسی دونوں کی نگرانی رکھتے ہیں۔ ان کی لڑکی اس لڑکی کو باجی کہتی ہے اور اس کا احترام کرتی ہے اور یہی چیز ہے جسے یتیم کا پالنا کہتے ہیں۔ یتیم کا پالنا یہ نہیں کہ کسی کو گھر میں نوکر کے طور پر رکھ لیا، سارا دن اس سے کام لیتے رہے، کھانے کو اسے روکھی سوکھی روٹی دے دی، پہننے کے لئے پھٹا پرانا کپڑا دے دیا، ذرا غلطی ہوئی تو گالیاں دینے لگ گئے یا تھپڑوں سے اس کی مرمت شروع کر دی اور پھر یہ خیال کر لیا کہ ہم یتیم کی پرورش کر رہے ہیں اسے اسلامی اصطلاح میں قطعاً یتیم پروری نہیں کہا جاتا۔ یتیم پروری یہ ہے کہ انسان اپنے بچوں کی طرح دوسرے کے یتیم بچہ کو رکھے اور اپنے سلوک میں ذرا بھی فرق نہ آنے دے۔ محض کسی کو روٹی کھلا دینا اور بات ہے اور یتیم پروری اور چیز ہے۔ قرآن کریم نے جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے کہ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ اے لوگو! تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے تھے یہ نہیں کہا اَلَّا تُطْعِمُوْنَ الْيَتِيْمَ اے لوگو! تم یتیم کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ اگر محض کھانے کا ذکر ہوتا تو یہاں اکرام کا لفظ نہ ہوتا بلکہ اِطْعَام کا لفظ ہوتا۔ اکرام کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھا جانا صاف بتا رہا ہے کہ الٰہی منشاء یہ ہے کہ یتیموں کی ایسے رنگ میں پرورش کی جائے کہ ان کا احترام مدنظر ہو یہ نہ ہو کہ صدقہ کے طور پر ان کو روٹی دی جا رہی ہو۔

میں نے قادیان میں ایک دفعہ یتیم خانہ بنایا تھوڑے دنوں کے بعد ہی مجھے پتہ لگا کہ ان یتیموں سے سارا دن کام لیا جاتا ہے۔ کام لینا منع نہیں لیکن ہمیں ان سے اتنا ہی کام لینا چاہئے جتنا ہم اپنے بیٹے سے کام لیتے ہیں یہ نہ ہو کہ ہمارا بیٹا تو آرام سے بیٹھا رہے اور کام کا بوجھ یتیم پر ڈال دیا جائے محض اس لئے کہ اس کا باپ زندہ نہیں اس کی ماں زندہ نہیں اور وہ اب دوسروں لوگوں کے رحم پر ہے۔ اسے بیٹوں کی طرح رکھا جائے، بیٹوں کی طرح اس سے کام لیا جائے اور پھر اگر اس میں اور اپنے بیٹے میں کبھی لڑائی ہو جائے تو بے شک یہ اس کو مار پیٹ لیں اور وہ ان کو مار پیٹ لے اس وقت ماں اسے یہ نہ کہے کہ خبردار میرے بیٹے پر ہاتھ اٹھایا تو تجھے مار مار کر سیدھا کر دوں گی۔ اگر اس طرح کسی یتیم کو رکھا جائے تو بے شک کسی غلطی پر اسے مار بھی لیا جائے اس میں کوئی حرج نہیں آخر ہم اپنے بچے کو بھی بعض دفعہ مار لیتے ہیں۔ پھر اگر کسی یتیم کو اس کی کسی غلطی پر بالکل اس طرح جس طرح ہم اپنے بچوں کی اصلاح کے لئے انہیں مارتے ہیں اگر کبھی مار لیں تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں مگر بہرحال اس کی عزت نظر انداز نہیں ہونی چاہئے۔

قرآن کریم صرف یتامیٰ کو کھانا کھلا ضروری نہیں سمجھتا بلکہ فرماتا ہے قومی ترقی کے لئے یہ نہایت ضروری امر ہے کہ یتیم کو عزت سے رکھا جائے، اگر یتامیٰ کا اکرام قوم میں نہیں پایا جاتا تو خواہ تم ہزارہا لوگوں سے کہو کہ جاؤ اور خدا کی راہ میں مر جاؤ۔ جاؤ اور اپنی جان کو قربان کر دو۔۔۔ وہ کہیں گے ہم چلے تو جائیں گے مگر ایسا نہ ہو کہ مر جائیں اور ہمارے بچوں کو تکلیف اٹھانی پڑے۔ لیکن اگر وہ یہ دیکھیں کہ ہماری زندگی اور ہماری موت بچوں کی پرورش کے لحاظ سے برابر ہے ہمارے مرنے کے بعد بھی یہ اسی طرح رہیں گے بلکہ موجودہ حالت سے بھی ہزار گنا بڑھ کر ان کی پرورش کے سامان ہوں گے تو بے شک تم قوم کے ایک ایک فرد کو کٹواتے جاؤ، ایک ایک فرد کو مرواتے جاؤ کوئی ایک شخص بھی اپنے قدم کو پیچھے نہیں ہٹائے گا اور خوشی سے اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دے گا س۔ غرض یہ ایک نہایت ہی عظیم الشان مسئلہ ہے اور جب تک کسی قوم کے افراد اس کو پوری طرح نہ سمجھ لیں وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔

دوسری بات خدا تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ تم آپس میں ایک دوسرے کو رغبت نہیں دلاتے کہ غریب آدمی کو کھانا کھلایا جائے۔

اگر غرباء کی خبر گیری نہ ہو تو قومی جنگوں میں کامیابی نہیں ہوتی اور سپاہی بہت کم ملتے ہیں کیونکہ دنیا میں غرباء زیادہ ہوتے ہیں اگر سپاہیوں اور لڑنے والوں کے ذہن میں یہ ہو کہ ہماری قوم ہماری محسن ہے۔ ہم بیمار ہوئے تو اس نے ہمارا علاج کیا۔ ہمارے پاس کپڑے نہ تھے تو اس نے ہمارے لیے کپڑے مہیا کیے۔ ہم بھوکے تھے تو اس نے ہمارے لئے غلّہ مہیا کیا۔ ہم حاجت مند تھے تو اس نے ہماری حاجات کو پورا کیا۔ تو گو کمینے اور رذیل لوگ بھی ہر قوم میں پائے جاتے ہیں مگر بہرحال جو شریف ہوں گے اور یہی طبقہ زیادہ ہوتا ہے وہ کہیں گے جب قوم نے ہمارے ساتھ یہ احسان کیا ہے وہ احسان کیا ہے تو آج ہم قومی ضرورت کے وقت کیوں پیچھے ہٹیں ہم آگے بڑھیں گے اور قوم کے لئے اپنی جانوں کو قربان کر دیں گے لیکن اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھوکے مرتے رہے مگر ہمیں کسی نے نہ پوچھا ہم ننگے پھرتے رہے مگر کسی نے ہمارا ننگ نہ ڈھانکا ہم بیمار ہوئے مگر کسی نے ہمارا علاج نہ کیا ہم محتاج ہوئے مگر کسی نے ہماری احتیاج کو رفع نہ کیا۔ تو وہ کہیں گے ہمارے لئے قوم نے کیا کیا تھا کہ آج ہم اس کے لئے قربانی کریں۔ وہ ہم سے بے اعتنائی کرتی رہی ہے آج ہم اس سے بے اعتنائی کریں گے۔ پس غرباء کی خبر نہ کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قربانی کا مادہ لوگوں کے دلوں میں سے کم ہو جاتا ہے اور قومی جنگوں میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

میں نے قادیان میں دیکھا ہے ہم کوشش کرتے ہیں کہ غرباء کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ہم ان کے لئے کپڑے مہیا کرتے ہیں، ان کے لئے غلّہ کا انتظام کرتے ہیں، ان کی روپیہ سے امداد کرتے ہیں، ان کو طبّی امداد بہم پنچانے کی کوشش کرتے ہیں اور حتی الامکان ان کی تکالیف کو زیادہ سے زیادہ کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی گو کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو باوجود اس سارے انتظام کے جماعت پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں لوگوں کا کام صرف یہی ہے کہ ان پر روپیہ خرچ کرتے چلے جائیں ان پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ لیکن پھر بھی اکثریت ایسی ہے جو محسوس کرتی ہے کہ یہ جماعت ہمارے لئے قربانی کر رہی ہے اس لئے قومی ضرورتوں کے وقت ہمیں بھی دوسروں سے زیادہ قربانی کرنی چاہئے۔ چنانچہ وہ لوگ خود بھوکے ہوتے ہیں مگر جب کسی چندہ کی تحریک ہو مزدوری کر کے بھی اس میں ضرور حصّہ لیتے ہیں اور گو وہ اس تحریک کے مخاطب نہیں ہوتے اور ان پر کسی قسم کی ذمہ واری بھی نہیں ہوتی مگر چونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ قوم ہمارے لئے قربانی کرتی ہے اور ہماری ضروریات کا خیال رکھتی ہے اس لئے وہ بھی قربانی کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ قومی تحریکات میں حصہ دار بن جائیں۔ پس غرباء کی خبر گیری کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر قومی جنگ ہو جائے تو چونکہ قوم کی اکثریت غرباء پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے قوم کو کثرت سے کام کرنے والے مل جاتے ہیں۔ ایک کروڑ پتی کی تلوار صرف ایک تلوار کا کام دے سکتی ہے لیکن جنگوں میں ایک تلوار نہیں کروڑوں تلواروں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کروڑوں تلواریں اس وقت تک مہیّا نہیں ہوسکتیں جب تک کہ کروڑوں غرباء کے حقوق کا خیال نہ رکھا جائے اور ان کو پوری طرح مطمئن نہ کیا جائے۔ اگر مساکین کے کھانے پینے کا خیال رکھا جائے تو یہ لازمی بات ہے کہ جب قوم پر کوئی مصیبت آئے گی شریف الطبع لوگوں میں یہ احساس پیدا ہو گا کہ قوم نے ہم پر احسان کیا تھا اب اس پر مصیبت آئی ہے تو ہم اس کی مدد کریں۔ جیسے انگلستان، امریکہ، روس اور جرمنی وغیرہ ممالک میں موجودہ جنگ میں لاکھوں آدمی کام آئے اور انہوں نے اپنے آپ کو قوم کے لئے قربان کر دیا۔ اس کی وجہ درحقیقت یہی ہے کہ ان قوموں میں غرباء کی پرورش کا احساس زیادہ پایا جاتا ہے ہندوستان میں لوگ فوجی بنتے ہیں وہ یا تو اس لئے فوج میں بھرتی ہوتے ہیں کہ ان کے باپ دادا فوج میں کام کر چکے ہوتے ہیں اور یا پھر اس لئے جاتے ہیں کہ ان کو بعد میں مربّعے مل جائیں۔ قومی احساس ہندوستانیوں میں بہت کم ہوتا ہے۔

پھر اگر غرباء کے کھانے پینے کا خیال رکھا جائے تو ان کے دلوں میں

یہ احساس رہتا ہے کہ جو لوگ اپنے اموال میں ہماری ضروریات کا خیال رکھتے ہیں وہ فتوحات میں بھی ہمارا ضرور خیال رکھیں گے اور یہ بھی قوم کی ترقی کا ایک ذریعہ ہوتا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ قومی اموال کی ترقی صرف امراء کو ہی نہیں بلکہ ہمیں بھی فائدہ پہنچائے گی۔ جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اموال میں غرباء کے حقوق اس لئے بیان کئے ہیں کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ (الحشر:8) تا کہ تم روپیہ کو اس طرح استعمال نہ کرو کہ وہ دولتمندوں میں ہی چکر لگانے لگے بلکہ غرباء کو بھی روپیہ ملے۔ پس غرباء کی خبر گیری کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں جتنی قوم ترقی کرے گی اتنا ہی ہمارا حصہ بڑھتا چلا جائے گا لیکن اگر ان کو حصہ نہ دیا جائے تو وہ کہتے ہیں ہمیں تو حصہ ملنا نہیں قومی اموال کی ترقی امراء کو ہی فائدہ دے گی اس لئے ہم اپنی جانوں کو کیوں ضائع کریں۔

تیسری چیز جس کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے وہ اکل تراث جو اسراف کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی قوم میں اسراف پیدا ہو جائے تو وہ بھی یقینی طور پر تباہ و برباد ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتَاۡکُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَکۡلًا لَّمًّا کہ تمہیں باپ دادا سے مال ملا ہے مگر بجائے اس کے کہ تم اسے ترقی دیتے اور اسے بڑھانے کی کوشش کرتے تم نے اسے تباہ کرنا شروع کر دیا۔ غرض اسراف بھی قومی تنزّل کی ایک بہت بڑی علامت ہے اور اس کے دو بڑے نقصان ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ انسان میں نکمّا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ باپ دادا کی طرح اگر وہ کام کرتا تو نکمّا پن اس میں پیدا نہ ہوتا مگر وہ محنت کو صرف روٹی کمانے کا ذریعہ سمجھ لیتا ہے اور جب اسے باپ دادا کی جائیداد پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے روٹی مل جاتی ہے تو وہ کوئی کام نہیں کرتا۔ جس قوم میں ایسے آدمی پیدا ہو جائیں کہ وہ کوئی کام نہ کریں وہ اس جونک کی طرح ہوتے ہیں جو جسم کا خون چوس لیتی ہے اور اس قابل ہوتے ہیں کہ ان کی زیادہ سے زیادہ مذمت کی جائے۔ اگر کسی قوم میں ہزاروں لوگ بھی کروڑ پتی ہوں لیکن وہ سب کے سب کام کر رہے ہوں اور ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ ہو جس کے اندر نکمّا پن پایا جاتا ہو تو وہ قوم کبھی تباہ نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ایک کروڑ پتی بھی ایسا ہے جو باپ دادا کی جائیداد لے کر بیٹھ گیا ہے اور سمجھتا ہے کہ اب مجھے کسی کام یا کسی محنت کی ضرورت نہیں محنت تو اس لئے کی جاتی ہے کہ روٹی ملے میرے پاس روٹی کا کافی سامان ہے میں کیوں محنت کروں تو اس قوم کی تباہی کی بنیادی اینٹ وہ شخص اپنے ہاتھ سے رکھنے والا ہوتا ہے۔ پس محض کسی کروڑ پتی کا قوم میں پایا جانا اس کی بربادی کی علامت نہیں کیونکہ گو وہ کروڑ پتی ہو گا مگر نکمّا نہیں ہو گا بلکہ کام کر رہا ہو گا۔ نکمّا وہ ہے جو کہتا ہے کہ باپ کا ایک کروڑ روپیہ میرے پاس ہے مجھے اب محنت کی ضرورت نہیں۔ مجھے اب کام کی ضرورت نہیں میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ باپ کے روپیہ پر تصرّف رکھوں جس طرح جی میں آئے کروں۔ یوں تو انگلستان میں بھی کروڑ پتی پائے جاتے ہیں مگر وہ لوگ ایسے ہیں کہ باوجود کروڑ پتی ہونے کے محنت کرتے ہیں اور اپنے روپیہ کو برباد کرنے کی بجائے اس سے کوئی نہ کوئی کارخانہ جاری کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پچاس، سو، دو سو یا ہزار آدمیوں کو مزدوری مل جاتی ہے اور وہ روپیہ قوم کی ترقی کے کام آتا رہتا ہے۔ بے شک وہاں بھی بعض ایسے لوگ ہیں جو بنکوں میں اپنا روپیہ جمع کر دیتے ہیں مگر زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنے روپیہ سے کارخانہ جاری کر دیتے ہیں یا بنکوں میں روپیہ جمع کر کے خود کسی سوسائٹی کے پریذیڈنٹ یا سیکرٹری بن جاتے ہیں اور اس طرح آنریری طور پر قومی خدمات سرانجام دیتے ہیں اس لئے وہ قوم تباہ نہیں ہوتی۔ اس جگہ ایسے لوگوں کا ذکر نہیں بلکہ نکمّے امراء کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم اپنے باپ دادا کے روپیہ کو کھاتے رہتے ہو اور خود ساری عمر نکمّا پن میں گزار دیتے ہو جس قوم میں ایسے منحوس لوگ پیدا ہو جائیں وہ قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔

دوسرے خواہ تم اچھا کہو یا برا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں وہ قوم میں ضرور عزت حاصل کر لیتے ہیں اور اس وجہ سے ان سے اتر کر ان کی اولاد کو بھی کچھ نہ کچھ عزت قوم میں حاصل ہو جاتی ہے خواہ دنیا میں کتنی بغاوت ہو جائے، لوگ بالشوزم کے قائل ہو جائیں پھر بھی یہ بات کبھی مٹ نہیں سکتی کہ جب کوئی شخص قوم میں کوئی خاص اعزاز حاصل کر لیتا ہے تو کچھ نہ کچھ عزت اس کی اولاد کو بھی مل جاتی ہے۔ یہ ایک فطرتی چیز ہے جس کو کوئی شخص بدل نہیں سکتا جس نے کوئی نمایاں کام کیا ہوتا ہے اس کی اولاد خواہ مستحق ہو یا نہ ہو مگر بہرحال اس عزت کا کچھ نہ کچھ حصہ اولاد کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اب یہ لازمی بات ہے کہ جب ایسے لوگوں میں سستی پیدا ہو جائے گی تو چونکہ بڑے خاندان ہی لیڈر ہوتے ہیں ان کی سستی کا قوم پر اثر پڑے گا کہ اس کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا جب وہ لوگ جنہیں قوم میں عزت حاصل ہو جن کے ہاتھ میں لیڈری کی باگ ڈور ہو، باپ دادا کی جائیداد پر بیٹھے روٹیاں توڑ رہے ہوں تو یہ قدرتی بات ہے کہ اس قوم میں لیڈر کم ہو جائیں گے۔ بے شک کچھ نئے لیڈر بن جاتے ہیں مگر کچھ باپ دادا کی عزت اور خاندانی وجاہت کی وجہ سے لیڈر سمجھے جاتے ہیں اگر ان میں اس قسم کی سستی پیدا ہو جائے تو ایک قسم کے لیڈر ہی رہ جائیں گے دوسری قسم کے لیڈر نہیں رہیں گے اور اس طرح قوم کے راہنما محدود ہو جائیں گے۔

چوتھی چیز محبت مال ہے۔ مال کی محبت حلال و حرام کا امتیاز اڑا کر انسان کو ظلم کی طرف مائل کر دیتی ہے جس شخص کے دل میں انتہائی طور پر مال کی محبت ہو گی وہ حلال اور حرام میں کوئی امتیاز نہیں کرے گا۔ حلال ذریعہ سے مال آئے گا تو اسے بھی لے لے گا، حرام ذریعہ سے مال آئے گا تو اسے بھی لے لے گا اور جس شخص میں حلال کا امتیاز نہ رہے وہ ظلم پر آمادہ ہو جاتا ہے اور جس قوم میں ظالم پیدا ہو جائیں اس کا شیرازہ کبھی متحد نہیں رہ سکتا۔ یہ ایک لازمی اور طبعی بات ہے کہ جب انتہائی طور پر مال کی محبت پیدا ہو گی حلال و حرام کی تمیز جاتی رہے گی اور جب حلال و حرام کی تمیز نہ رہے گی تو انسان ظلم سے دریغ نہیں کرے گا اور جب قوم میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جن کو دوسروں کو لوٹنے میں مزا آتا ہو تو وہ قوم کبھی پنپ نہیں سکتی۔

دوسرے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم صنعتی ترقی سے محروم رہ جاتی ہے جس شخص کے دل میں مال کی شدید محبت ہو وہ بعض دفعہ روپیہ کو کام پر لگانے سے ڈرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ شاید تجارت یا صنعت میں نقصان نہ ہو جائے بہتر یہی ہے کہ میں اس کو اپنے پاس محفوظ رکھوں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا مال بھی نہیں بڑھتا اور غرباء کے حقوق کا بھی اتلاف ہوتا ہے۔ فرض کرو دس ہزار روپیہ سے یہ ایک کارخانہ جاری کرتا اور بیس پچیس مزدور اس کارخانہ میں کام کرنے والا ہوتا تو بیس پچیس خاندان اس روپیہ سے پرورش پانے لگ جاتے۔ آگے ایک خاندان میں اگر پانچ پانچ آدمی بھی فرض کر لئے جائیں تو اس کے معنے یہ بنتے ہیں کہ اس نے دس ہزار روپیہ خرچ کر کے سوسوا سو لوگوں کے لئے مزدوری مہیا کی۔ لیکن اگر وہ روپیہ خزانہ میں جمع کر دیتا ہے تو سوسوا سو آدمیوں کی روٹی ماری جاتی ہے۔ اسی طرح اگر قوم میں دس ہزار مالدار ہوں اور وہ اپنے روپیہ کو خزانہ میں محفوظ رکھیں تو لاکھوں لوگوں کی مزدوری ماری جائے گی اور صنعتی لحاظ سے قوم کو شدید نقصان پہنچے گا۔ پس دوسرا نقصان مال کی محبت کا یہ ہے کہ قوم صنعتی لحاظ سے ترقی سے محروم رہ جاتی ہے۔

تیسرا نقصان یہ ہے کہ حبّ مال کی وجہ سے قومی چندوں میں کمی آ جاتی ہے۔ جب بھی کوئی تحریک ہو مال کی محبت غالب آ جاتی ہے اور قومی تحریکات میں حصہ لینے کے لئے انسان تیار نہیں ہوتا۔

چوتھے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جن کے دلوں مال کی محبت ہوتی ہے وہ قومی ایثار کے وقت دشمن کے غلبہ سے ڈر کر غدّار بن جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتِلۡكَ الۡاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیۡنَ النَّاسِ (آل عمران:141) لڑائی میں کبھی ایک کا پلّہ بھاری ہو جاتا ہے اور کبھی دوسرے کا۔ اونچ نیچ ضرور ہوتی رہتی ہے ایسی حالت میں وہ شخص جس کے دل میں مال کی محبت ہوتی ہے اگر اسے ذرا بھی یہ پتہ لگے کہ دشمن غالب آنے والا ہے تو وہ چوری چھپے دشمن کے ساتھ ساز باز شروع کر دیتا ہے اور اپنی قوم سے غدّاری کرتا ہے محض اس لئے کہ اس کا مال محفوظ رہے۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ انگریز سود لے کر بھی لوٹتے ہیں اور سود دے کر بھی لوٹتے ہیں پھر اس کے متعلق ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے اودھ کی اسلامی حکومت اس طرح تباہ ہوئی کہ پہلے انگریزوں نے لوگوں میں یہ تحریک شروع کر دی کہ اگر تم ہمارے بنک میں اپنا روپیہ جمع کرو تو تمہیں اڑھائی فیصدی نفع دیا جائے گا۔ یہ لالچ اتنا بڑا تھا کہ ان لوگوں نے اپنا تمام روپیہ کلکتہ کے انگریزی بنک میں جمع کرا دیا۔ عورتوں نے اپنے زیورات تک بیچ ڈالے اور روپیہ انگریزوں کے حوالے کر دیا کیونکہ انہیں آئندہ کے متعلق بڑی بڑی امیدیں دلائی گئی تھیں۔ انہیں کہا گیا تھا کہ تمہارا دس لاکھ روپیہ جمع ہوا تو تمہیں پچیس ہزار روپیہ سود دیا جائے گا اور پھر تمہارا اصل مال بالکل محفوظ رہے گا جب تم مانگو گے روپیہ واپس دے دیا جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کا سارے کا سارا روپیہ کلکتہ کے انگریزی بنک میں جمع ہو گیا اس کے بعد انگریزی فوج نے حملہ کر دیا۔ لکھنؤ جو اودھ کی حکومت کا دارالسلطنت تھا وہاں کے بڑے بڑے سرداروں سے انگریزوں نے کہہ دیا کہ خبردار! تم میں سے کوئی شخص بادشاہ کو یہ خبر نہ پہنچائے کہ انگریزی فوج حملہ کے لئے آ رہی ہے اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارا جو روپیہ بنک میں جمع ہے وہ ضبط ہو جائے گا۔ ان غدّار افسروں نے ایسا ہی کیا۔ بادشاہ مرغ لڑوا رہا تھا اور کنچنیوں کے ناچ گانے میں مشغول تھا کہ ایک شخص بول اٹھا اور کہنے لگا کہ حضور سنا ہے انگریزی فوج آ رہی ہے وہ افسر جو اندرونی طور پر انگریزوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے انہوں نے اس کو ڈانٹنا شروع کر دیا اور بادشاہ سے کہا حضور کے اقبال کے سامنے انگریزوں کی کیا مجال ہو سکتی ہے یہ ایک بے وقوف شخص یوں ہی بول پڑا ہے۔ حضور کے آرام اور مزے کا وقت تھا مگر اس نے سارا مزہ خراب کر دیا انگریزوں کی کیا مجال ہے کہ وہ حضور کی شاہی کو نقصان پہنچا سکیں۔

غرض بادشاہ کو انہوں نے ناچ گانوں اور مرغوں کے لڑوانے میں ہی مشغول رکھا اور انگریزی فوج لکھنؤ کے اندر داخل ہو گئی الغرض محبت مال قوم میں غدّاری پیدا کر دیتی ہے اس لئے اگر کوئی قوم ترقی کرنا چاہے تو اسے اپنے افراد کے قلوب میں سے مال کی محبت کو مٹا دینا چاہئے اس کے بغیر وہ حقیقی اور پائدار ترقی حاصل نہیں کر سکتی۔

چونکہ یہاں کفار کا ذکر تھا اور انہیں یہ بتایا جا رہا تھا کہ تم تباہ ہو جاؤ گے

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ مضمون بیان کیا کہ تمہاری تباہی کے سامان مہیا کہیں باہر سے نہیں آئیں گے بلکہ تمہارے اندر ہی تمہاری بربادی کے سامان موجود ہیں۔ لیکن محمدؐ رسول اللہ کی قوم کا ہر فرد جانتا ہے کہ اگر میں لڑائی میں مارا گیا تو مجھ سے بڑھ کر شفیق باپ میرے بچوں کے لئے موجود ہے۔ مسکین جانتا ہے ہے کہ اگر محمدؐ رسول اللہ کو طاقت ملی تو مجھے کھانا ملے گا، مجھے کپڑا ملے گا، مجھے بیماری کے وقت علاج میسر آئے گا اور مجھے فتوحات میں برابر کا حصہ ملے گا۔ باپ دادا سے ورثہ حاصل کرنے والا جانتا ہے کہ میں نے اپنے مال کو تلف نہیں کرنا بلکہ اسے قومی کاموں پر صرف کرنا اور اسے پہلے سے بھی زیادہ بڑھانا ہے تا کہ قوم کا قدم ترقی کی طرف بڑھے تنزل کی طرف نہ جھکے۔ اور اگر کسی کے پاس مال ہے تو اس سے محبت نہیں رکھتا۔ چندے کے وقت سارے کا سارا مال لے آتا ہے اور پھر اس بات کی احتیاط رکھتا ہے کہ اس کے مال میں کوئی حرام پیسہ نہ آجائے جب ترقی کی تمام علامات محمدؐ رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں میں پائی جاتی ہیں اور تنزل کی تمام علامات تم میں موجود ہیں تو تمہیں یہ خیال ہی کس طرح کر سکتے ہو کہ تم غالب آجاؤ گے اور مسلمان مغلوب ہو جائیں گے۔ بے شک تعداد کے لحاظ سے تم زیادہ ہو مگر بہت سی چڑیاں باز پر فتح حاصل نہیں کر سکتیں۔ تم میں سے ہر شخص وہ ہے جو یتامیٰ کی خبر گیری نہیں کرتا اور اس لئے وہ انتہائی طور پر بزدل اور ڈرپوک ہے۔ تم میں سے ہر شخص وہ ہے جو غرباء کی اعانت نہیں کرتا اس لئے تمہیں قومی جنگوں کے وقت کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ تم میں سے ہر شخص وہ ہے جسے اپنے باپ دادے سے جب ورثہ میں روپیہ ملتا ہے تو وہ اسے عیاشی میں برباد کر دیتا ہے۔ تم میں سے ہر شخص وہ ہے جس کے دل میں مال کی انتہائی محبت پائی جاتی ہے اور اس وجہ سے جب قوم کے لئے مال کی ضرورت ہو تم میں سے کوئی شخص روپیہ خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ جب تمہاری یہ حالت ہے اور مسلمانوں کی وہ حالت تو یہ لازمی بات ہے کہ مسلمان جیتیں گے اور تم ہارو گے۔

یہی چیز ہے جو ہماری جماعت کے افراد کو اپنے مدنظر رکھنی چاہئے۔ اگر ہماری جماعت ترقی کرنا چاہتی ہے تو ضروری ہے کہ وہ یہ چار باتیں اپنے اندر پیدا کر لے اور پوری مضبوطی کے ساتھ ان پر قائم رہے۔ اگر ہمارے مبلغ اور ہمارے معلّم اور ہمارے صدر اس بات کو مدنظر رکھیں کہ ہم نے یتامیٰ کی خبر گیری کرنی ہے ہم نے ان کو صرف کھانا ہی نہیں کھلانا بلکہ ان کا اکرام کرنا ہے، اگر وہ سمجھیں کہ ہم نے مساکین کو کھانا پینے کے لحاظ سے ہر قسم کی تکالیف سے محفوظ رکھنا ہے، اگر وہ خیال رکھیں کہ ہم نے لوگوں میں کام کرنے کی عادت پیدا کرنی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے باپ دادا کی جائیداد لے کر بیٹھ جائے اور خود کام نہ کرے اگر ایک شخص کروڑ پتی بھی ہے مگر وہ صرف اپنے باپ دادا کی جائیداد پر بیٹھا ہوا ہے خود کوئی کام نہیں کرتا تو قوم کو اس کی ذرا بھی عزت نہیں کرنی چاہئے اس کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہئے کہ وہ بڑا رئیس ہے بلکہ اسے چوہڑوں اور چماروں سے بھی زیادہ ذلیل اور بدتر سمجھنا چاہئے۔ اسی طرح قوم میں کوئی شخص ایسا ہو جو مال سے محبت رکھتا ہو تو جماعت کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ وہ شخص ہے جو کسی وقت ہمارے لئے غدّار ثابت ہو گا اور جب بھی اسے موقع ملے گا روپیہ کے ڈر کے مارے دشمن سے مل جائے گا۔ اگر یہ چار باتیں تم اپنے اندر پیدا کر لو تو چاہے تمہارے دشمن لاکھ ہوں، کروڑ ہوں، دس کروڑ ہو وہ کروڑ یا دس کروڑ چڑیاں ہوں گی اور تم ان کے مقابلہ میں باز ہو گے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 566 تا 574، پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

ایڈیٹر کے نام خطوط

• مکرمہ نبیلہ رفیق۔ ناروے سے لکھتی ہیں۔

میں ان خوش نصیبوں میں شامل ہوں کہ جنہیں صبح صبح الفضل آن لائن جیسی اخبار مل جاتی ہے۔ جس میں زندگی کے ہر پہلو پر کچھ نہ کچھ ایسا لکھا مل جاتا ہے۔ جس پر اگر میں عمل کرنے لگوں تو کوئی وجہ نہیں کہ میں صحیح مومنہ نہ بن سکوں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا لجنہ اماء اللہ کے اجتماع پر دیا گیا خطاب اپنی ذات میں اتنا قیمت اور وزن رکھتا ہے کہ ہر لجنہ ممبر کو اسے دن میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اس خطاب کے تمام نکات کو نمبر وار لکھ کر آپ کو بھیجوں۔ تا کہ جو لوگ لمبی تحریر نہیں پڑھ سکتے وہ کم از کم نکات ہی پڑھ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس خطاب سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے آمین۔ مزید تحریر کرتی ہیں۔

مورخہ 13اکتوبر کی اشاعت میں یہ قول کہ ’’شخص نہیں شخصیت بننے کی کوشش کرو‘‘ جسے میں بارہا عمر کے مختلف حصوں میں پڑھ چکی ہوں انسان کی ذات نکھارنے کے لئے بہت عمدگی اور نفاست سے ہولے ہولے تربیت کرتا ہے۔

• مکرم مظفر احمد ظفر لکھتے ہیں۔

مورخہ 12اکتوبر کے اخبار میں مکرم عبد الماجد طاہر ایڈیشنل وکیل التبشیر کی تحریر کردہ رپورٹ پڑھی جو کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ امریکہ کے حوالہ سے تھی۔ رپورٹ پڑھ کر دل عش عش کر اٹھا کہ ایک عیسائی آدمی بھی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ایک ملاقات کرنے کے لئے اپنی رخصت منسوخ کر کے ائیر پورٹ پر ڈیوٹی کے لئے پہنچ گیا۔

• مکرم ہادی علی چوہدری لکھتے ہیں۔

جزاک اللہ! میں نے کتاب بعنوان ’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘ محفوظ کر لی ہے۔ الحمد للہ! بہت مفید معلومات جمع کر کے حضور علیہ السلام کے الہام کے حوالہ سے زمین کی وسعتوں اور کناروں تک کا احاطہ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا دے آمین۔

دعا کا تحفہ

نماز تہجد کی دعا

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ لَکَ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَلِقَاءُکَ حَقٌّ وَقَوْلُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

(بخاری کتاب التہجد والدعوات)

ترجمہ: اے اللہ! سب تعریفیں تیرے لئے ہیں تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن میں ہے اُن کا قائم کرنے والا ہے اور سب حمد تیرے لئے ہے۔ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن میں ہے اس کی بادشاہت تیرے لئے ہے اور سب حمد تیرے لیے ہے تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اس کا نور ہے۔ اور تیرے لیے سب حمد ہے تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے انکا بادشاہ ہے۔ اور سب تعریف تیری ہی ہے۔ تو سچائی ہے۔ اور تیرا وعدہ سچا اور تیری ملاقات برحق ہے اور تیری بات سچی ہے۔ اور جنت اور دوزخ بھی برحق ہیں اور تمام نبی بھی سچے اور محمد ﷺ بھی برحق ہیں۔ اور قیامت برحق ہے۔ اے اللہ مَیں نے تیری فرمانبرداری اختیار کی اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر توکل کیا اور تیری طرف جھکا۔ اور تیری مدد کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا اور تیری طرف اپنا فیصلہ لے کر آیا پس میرے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور جو پوشیدہ گناہ مَیں نے کئے اور جو ظاہر (سب بخش دے) تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 67-68)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

مرزا خلیل احمد۔ استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

قرآنی انبیاء

حضرت الیسع علیہ السلام

قسط 26

حضرت الیسع یا یسعیاہ علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی اور بنی اسرائیل کے بڑے انبیاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جنہیں روحانی علم ملا اور آپ نے بہت کثرت سے پیشگوئیاں کیں جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔

قرآن کریم میں ذکر

حضرت الیسع (یعنی یسعیاہ) کا قرآن کریم میں دو جگہ پر ذکر ملتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَالۡیَسَعَ وَیُوۡنُسَ وَلُوۡطًا ؕ وَکُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۸۶﴾ (الانعام:86)۔ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو (بھی ہدایت دی تھی) اور ان سب کو ہم نے تمام جہانوں پر فضیلت دی تھی۔

پھر فرمایا: وَاذۡکُرۡ اِسۡمٰعِیۡلَ وَالۡیَسَعَ وَذَا الۡکِفۡلِ ؕ وَکُلٌّ مِّنَ الۡاَخۡیَارِ ﴿۴۹﴾ ہٰذَا ذِکۡرٌ ؕ وَاِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ لَحُسۡنَ مَاٰبٍ ﴿۵۰﴾ (ص:49-50) اور اسماعیل اور یسع (یعنی یسعیاہ) کو یاد کرو اور ذوالکفل (یعنی حزقیل) کو (یاد کرو) اور یہ سب کے سب ہمارے نہایت نیک بندوں میں سے تھے۔ یہ (تذکرہ) ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کے لئے ایک یاد دہانی ہے اور متقیوں کے لئے یقیناً نہایت اعلیٰ درجہ کا ٹھکانا مقرر ہے۔

قرآنی نبی حضرت الیسع علیہ السلام ہی بائبل میں مذکور یسعیاہ ہیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر صغیر میں زیر آیت (الانعام:86) حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں: ’’الیسع یعنی یسعیاہ کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ ان کو بھی الیاس سے تشبیہ دی جاتی ہے‘‘

(تفسیر صغیر صفحہ 175 حاشیہ نمبر 2)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر صغیر میں سورہ ص آیت نمبر 49 کا ترجمہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ’’اور اسماعیل اور یسع (یعنی یسعیاہ) کو یاد کرو‘‘

(تفسیر صغیر صفحہ 602)

حضرت الیسع علیہ السلام کا مردے زندہ کرنا

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’انبیاء بے شک مردے زندہ کر لیتے تھے۔ جیسا کہ ایلیاہ نبی اور الیسع کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے (روحانی) مردے زندہ کئے۔ (نمبر 1 سلاطین باب 17 آیت 22 ونمبر 2 سلاطین باب 4 آیت 35)‘‘

(تفسیر کبیر جلد 05 صفحہ 62)

یہودی حضرت حزقیل اور حضرت یسعیاہ علیہما السلام کو برابر کے انبیاء مانتے ہیں

حزقیل اور یسعیاہ کا خاص جوڑ تھا جو پیشگوئیاں یسعیاہ نے کی تھیں وہ حزقیل کے زمانہ میں پوری ہوئی تھیں اور یہودی مصنف یسعیاہ اور حزقیل کا باہم مقابلہ بھی کرتے ہیں‘‘

(تفسیر کبیر جلد 05 صفحہ 555)

حضرت یسعیاہ علیہ السلام ایک بڑے نبی تھے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’حضرت داؤد علیہ السلام ایک بڑے نبی تھے لیکن ان کا کام موسیٰ کے کام میں مدغم ہوگیا۔ حضرت یسعیاہؑ ایک بڑے نبی تھے۔ یرمیاہؑ ایک بڑے نبی تھے۔ حزقیلؑ ایک بڑے نبی تھے عزراؑ ایک بڑے نبی تھے لیکن ان سب کے کام موسیٰؑ کے کام میں مدغم ہو گئے۔

(تفسیر کبیر جلد 05 صفحہ 232)

حضرت یسعیاہ بار بار عرش خدا دیکھتے تھے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’حزقیل کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے یسعیاہ سے زیادہ تفصیل کے ساتھ خدا کے تخت گاہ کا حال بیان کیا لیکن یہودی علماء کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ یسعیاہ سے بڑا تھا۔ اس کے صرف یہ معنے ہیں کہ اس نے خدا کے تخت کو صرف ایک دفعہ دیکھا اس لئے زیادہ تفصیل سے یاد رکھا۔ یسعیاہ بار بار دیکھتا تھا اس لئے اس کی نگاہ میں اس کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی تھی‘‘

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 557)

اسلام اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں حضرت یسعیاہ کی پیشگوئیاں

بائبل میں حضرت رسول کریم ﷺ کے بارے میں بہت سی پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں جو مختلف انبیاء نے اپنے وقتوں میں بیان کی ہیں اس سلسلے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’تورات سے بھی آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت کے دلائل ملتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیاں بھی آپ کی صداقت واضح کر رہی ہیں۔ یسعیاہ نے بھی آپ کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں۔ یرمیاہ نے بھی آپ کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں۔ حزقیل نے بھی آپ کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں اور ان کے علاوہ کئی دوسرے انبیاء نے بھی آپ کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں اور وہ سب کی سب آپ پر پوری ہو رہی ہیں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 373)

اس مضمون میں حضرت یسعیاہ علیہ السلام کے حوالے سے ان کی بیان کردہ بعض پیشگوئیاں اور ان کا پورا ہونے کا ذکر درج ذیل ہے۔

1. عرب میں بھی الہامی کلام اترے گا

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’اس نے موسیٰ کے ذریعہ خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے بھی یعنی بنو اسماعیل میں سے ایک نبی بھیجا جائے گا اور یسعیاہ نبی کے ذریعہ سے اس نے کہا تھا کہ عرب میں بھی خدا کا کلام اترے گا پھر یہ کس طرح ہوسکتا تھا کہ خدا کی دونوں باتیں جھوٹی ہوتیں۔ خدا تعالیٰ بھولتا نہیں۔۔۔ اسی طرح وہ اس وحی کو نہیں بھول سکتا تھا جو یسعیاہ نبی پر نازل ہوئی کہ عرب میں بھی الہامی کلام اترے گا (یسعیاہ باب 21 آیت 13 تا17 اور باب 09 آیت 6-7)

(تفسیر کبیر جلد 05 صفحہ 325)

2. نزول قرآن کریم کی پیشگوئی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وَاِنَّہٗ لَفِیۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِیۡنَ قرآن کریم کو ایک اور فضیلت یہ بھی حاصل ہے کہ اس کا ذکر پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ اور ان میں صراحتاً اس کے نزول کی خبر دی گئی ہے۔ بلکہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ کلام دنیا کو ایک عربی نبی کی زبان سے سنایا جائے گا۔ چنانچہ مثال کے طور پر اس کے ثبوت میں یسعیاہ نبی کی ایک پیشگوئی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ اپنی کتاب کے باب 28 میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’وہ کس کو دانش سکھائے گا۔ کس کو وعظ کر کے سمجھائے گا۔ ان کو جن کا دودھ چھڑایا گیا جو چھاتیوں سے جدا کئے گئے کیونکہ حکم پر حکم۔ حکم پر حکم۔ قانون پر قانون۔ قانون پر قانون ہوتا جاتا۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں وہ وحشی کے سے ہونٹوں اور اجنبی زبان سے اس گروہ کے ساتھ باتیں کرے گا کہ اس نے ان سے کہا کہ یہ وہ آرام گاہ ہے۔ تم ان کو جو تھکے ہوئے ہیں آرام دیجیئو۔ اور یہ چین کی حالت ہے۔ پر وَے شنوانہ ہوئے۔ سو خدا کا کلام ان سے یہ ہوگا حکم پر حکم۔ قانون پر قانون۔ قانون پر قانون۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔ تاکہ وَے چلے جاویں اور پچھاڑی گریں اور شکست کھائیں اور دام میں پھنسیں اور گرفتار ہوویں‘‘

(یسعیاہ باب 28 آیت 9-13)

یسعیاہ نبی نے اس کلام میں یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ ایک زمانہ میں اللہ تعالیٰ پھر لوگوں کی روحانی تشنگی اور بھوک کو دور کرنے کے لئے آسمان سے اپنا دودھ نازل فرمائے گا۔ مگر یہ دودھ اس قوم کو پلایا جائے گا جس کے افراد ایک لمبے عرصہ سے چھاتیوں سے جدا رہ چکے ہوں گے۔ یعنی جن پر فترت کا ایک لمبا زمانہ آچکا ہو گا۔ اور اس کلام کی ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ وہ یکدم نازل نہیں ہو گا اور نہ کسی ایک شہر اور مقام میں نازل ہو گا۔ بلکہ قانون پر قانون اور حکم پر حکم مختلف مقامات میں نازل ہو گا اور ایک لمبے زمانہ میں اس الٰہی قانون کی تکمیل ہوگی۔

پھر اس کلام کا ایک اَور وصف یہ ہوگا کہ وہ ایک اجنبی یعنی غیر زبان میں نازل ہو گا۔ اور آنے والا مقدس رسول وحشی کے سے ہونٹوں کے ساتھ کلام کرے گا۔ یہ وحشی کا لفظ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عربی نبی ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہے کیونکہ بائبل کی اصطلاح میں عربوں کے لئے وحشی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔۔۔ وہ (عرب) جنگلوں میں رہتے تھے اور خیموں میں ان کی زندگی کٹتی تھی ان کے مخالف انہیں خیموں اور جنگلوں میں رہنے والا کہنے کی بجائے وحشی کہنے لگ گئے۔ اور بائبل نے بھی یہی طریق اختیار کیا۔ اسی وجہ سے یسعیاہ نبی کی پیشگوئی میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ ’’وحشی کے سے ہونٹوں سے کلام کرے گا‘‘ یعنی وہ عرب میں مبعوث ہو گا۔ اور عربی میں اس پر کلام الٰہی نازل ہوگا۔ چنانچہ اسی امر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے پہلے ’’بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ‘‘ کے الفاظ لئے گئے ہیں اور پھر کہا گیا ہے کہ تمہیں اس کلام کے قبول کرنے میں کسی قسم کے تردّد اور ہچکچاہٹ سے کام نہیں لینا چاہیئے کیونکہ تمہارے اپنے نبیوں کی کتابوں میں اس کے متعلق پیشگوئیاں موجود ہیں‘‘

(تفسیر کبیر جلد 07 صفحہ 269-270)

3. کیفیت نزول قرآن کریم کی پیشگوئی

یسعیاہ باب 28 آیت 9 تا 13 میں جس کے کلمات ابھی لکھے گئے ہیں کی تفصیل میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (01) اس پیشگوئی

سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام ایک زمانہ میں اسی قوم کے پاس آئے گا جو الہام کے دودھ سے محروم کر دی گئی اور جو اپنی والدہ سے جدا کئے گئے یعنی نبوت پانے کے بعد اس سے محروم کر دیے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت آئے جب نبوت پر ایک لمبا عرصہ گزر گیا تھا اور آپ نے بنی اسرائیل کو بھی مخاطب کیا جو الہام کے دودھ سے محروم کر دیے گئے تھے اور نبوت کی چھاتیوں سے جدا کر دیے گئے تھے۔ قرآن کریم میں آتا ہے یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ عَلٰى فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِيۡرٍ وَّلَا نَذِيۡرٍ‌ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَشِيۡرٌ وَّنَذِيۡرٌ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ (مائدہ:20) یعنی اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے رسولوں کے ناغہ کے بعد وہ تمہارے فائدے کی باتیں بیان کرتا ہے تایہ نہ کہو کہ ہمارے پاس تو نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا نہ ڈرانے والا، پس خوب سن لو کہ تمہارے پاس اب ایک خوشخبری دینے والا بھی اور ڈرانے والا بھی آ گیا ہے اور اللہ ہر امر پر خوب قادر ہے۔ غرض اسی آیت میں یسعیاہ نبی کے ان الفاظ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ''وہ کس کو دانش سکھائے گا کس کو وعظ کر کے سمجھائے گا؟ ان کو جن کا دودھ چھڑایا گیا جو چھاتیوں سے جدا کئے گئے۔''

(02) دوسرے وہ کلام جو اس قوم کے لئے نازل ہو گا یکدم نازل نہ ہو گا نہ کسی ایک شہر میں نازل ہو گا بلکہ حکم پر حکم اور قانون پر قانون مختلف مقامات پر اُتریں گے۔ قرآن کریم اسی طرح اُترا کچھ مکہ میں کچھ مدینہ میں کچھ سفروں میں حتیٰ کہ دشمنوں نے اعتراض کیا کہ لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَةً وَّاحِدَةً (فرقان:32) سارا قرآن ایک ہی دفعہ نہ اُترا اور باوجود یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کے مسیحی لوگ آج تک قرآن کریم پر یہ اعتراض کرتے جاتے ہیں اور اس طرح اپنی قلموں سے اس امر کا ثبوت مہیا کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کے مصداق تھے۔

(03) تیسرے وہ کلام ایک عرب کی زبان سے سنایا جائے گا اور غیر زبان یعنی عربی زبان میں سنایا جائے گا کیونکہ وحشی کا لفظ عرب پر دلالت کرتا ہے۔۔ گو قرآن کریم عربی زبان میں ہے اور ہر اک کو نظر آتا ہے اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی مگر پھر بھی یسعیاہ نبی کی اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے قرآن کریم فرماتا ہے: وَمِنۡ قَبۡلِهٖ كِتٰبُ مُوۡسٰۤى اِمَامًا وَّرَحۡمَةً‌ ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنۡذِرَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ‌ۖ وَبُشۡرٰى لِلۡمُحۡسِنِيۡنَ (احقاف:13) یعنی اس قرآن سے پہلے موسیٰ کی کتاب گزر چکی ہے یہ قرآن اس کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا ہے چنانچہ انہی پیشگوئیوں کے مطابق یہ عربی زبان میں اُترا ہے تا کہ ظالموں کو ڈرائے اور محسنوں کو بشارت دے اس جگہ قرآن کریم کا عربی زبان میں ہونا موسوی کتب کی تصدیق کا موجب قرار دیا ہے۔

(04) چوتھے یہ بتایا گیا تھا کہ وہ نبی یہود سے کہے گا کہ اس کا جائے رہائش آرامگاہ یعنی امن کا مقام ہے پس تم اُن کو جو تھکے ہوئے ہیں آرام دیجیو۔ اس طرح تم چین سے رہو گے۔ مگر یہود نبی کی اس بات کو نہ مانیں گے اور اسجگہ کو آرامگاہ نہ بننے دینگے اور تھکے ہوؤں کو تکلیف دیں گے یہ امر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے آپؐ نے مدینہ منورہ کو جہاں یہود بھی رہتے تھے مکہ مکرمہ کی طرح امن کی جگہ قرار دیا اور یہود سے مدینہ منورہ کو باامن رکھنے کے لئے معاہدہ کیا (سیرت حلبیہ جلد 02) لیکن انہوں نے تھکے ہوؤں کو یعنی مہاجرین کو جو دُور سے سفر کر کے آئے تھے آرام سے نہ رہنے دیا اور مطابق پیشگوئی خود بھی چین نہ پایا۔

(05) پانچویں اس پیشگوئی میں تھا۔ حکم پر حکم نازل ہو گا'' تا کہ وے چلے جاویں اور پچھاڑی گریں اور شکست کھاویں اور دام میں پھنسیں اور گرفتار ہوویں۔'' یہ پیشگوئی بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری ہوئی۔ یہود نے جب تھکے ہوؤں کو آرام میں نہ رہنے دیا تو وہ چلے بھی گئے یعنی کچھ ان میں سے مدینہ سے جلاوطن کئے گئے وہ ''پچھاڑی بھی گرے''، یعنی بعض قتل بھی کئے گئے انہوں نے شکست بھی کھائی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور دام میں پھنسے اور گرفتار بھی ہوئے بعض ان میں سے غلام بھی بنائے گئے۔ یہ کیسی واضح پیشگوئی ہے جو محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پوری ہوئی''

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 376-378)

4. بنو اسمٰعیل میں سے ایک نبی آنے کی پیشگوئی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''یسعیاہ نبی کی کتاب میں بھی جہاں وہ عرب کے متعلق پیشگوئی کرتے ہیں بنو اسمٰعیل کا خاص طور پر نام آتا ہے۔ گویا یسعیاہ نبی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ بنو اسمٰعیل عرب میں بسے ہوئے تھے۔ غرض ایک طرف بائبل یہ بتاتی ہے کہ بنو اسمٰعیل عرب میں تھے اور دوسری طرف بائبل پیشگوئی کرتی ہے کہ بنو اسحاق کے بھائیوں یعنی بنو اسمٰعیل میں سے ایک نبی آئے گا۔ ان دونوں پیشگوئیوں کو ملا کر یا پیشگوئی کے دونوں گروپوں کو ملا کر صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک نبی بنو اسمٰعیل میں آنے والا تھا۔ پس جب اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت قریب آ گیا تو لوگوں میں اس آنے والے موعود کے متعلق ایک عام چرچا شروع ہو گیا''

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 54)

5. روحانی بادشاہ مبعوث ہونے کی پیشگوئی

یسعیاہ نبی فرماتے ہیں ''باوجود اس کے خداوند یہوداہ یوں فرماتا ہے دیکھو میں صیحون میں بنیاد کے لئے ایک پتھر رکھونگا ایک آزمایا ہوا پتھر کونے کے سرے کا ایک مہنگ مولا ایک مضبوط نیو (بنیاد) والا پتھر اس پر جو ایمان لاوے اتاولی نہ کرے گا''

(یسعیاہ باب 28 آیت 16)

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں ''وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا کونے کا سرا ہو گیا ہے یہ خداوند سے ہوا جو ہماری نظروں میں عجیب ہے'' (زبور 118 آیت 22 و 23)۔ پھر فرماتے ہیں ''مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے ہم خداوند کے گھر میں سے تم کو مبارک بادی دیتے ہیں'' (آیت 26)

پھر اسی بارہ میں دانیال علیہ السلام پر الہام نازل ہوا اس کا قصہ یوں ہے کہ بنوکدنضر بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جسے وہ بھول گیا اس نے اپنے منجموں سے اس کا حال پوچھا مگر انہوں نے بھولی ہوئی خواب کی تعبیر بتانے سے معذوری ظاہر کی اس پر بادشاہ نے ان کے قتل کا حکم دیا دانیال نبی جو یروشلم سے لائے ہوئے قیدیوں میں سے تھے انہوں نے یہ حال سنا تو اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اور اس نے ان کو خواب اور اس کی تعبیر بتا دی اس پر انہوں نے بادشاہ سے خواب اور اس کی تعبیر بتانے پر آمادگی ظاہر کی اور خواب اور اس کی تعبیر بتائی ''تو نے اے بادشاہ نظر کی تھی اور دیکھ ایک بڑی مورت تھی وہ بڑی مورت جس کی رونق بے نہایت تھی تیرے سامنے کھڑی ہوئی اور اس کی صورت ہیبت ناک تھی اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا اس کا سینہ اور اس کے بازو چاندی کے۔ اس کا شکم اور رانیں تانبے کی تھیں اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے اور تو اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ ایک پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کے نکالے آپ سے نکلا جو اس شکل کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔۔ اور اس کی تعبیر بادشاہ کے حضور بیان کرتا ہوں تو اے بادشاہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس لئے کہ آسمان کے خدا نے تجھے ایک بادشاہت اور توانائی اور قوت اور شوکت بخشی ہے اور جہاں کہیں بنی آدم سکونت کرتے ہیں اس نے میدان کے چوپائے اور ہوا کے پرندے تیرے قابو میں کر دیئے اور تجھے ان سبھوں کا حاکم کیا۔ تو ہی وہ سونے کا سر ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہو گی جو تجھ سے چھوٹی ہو گی اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کریگی اور چوتھی سلطنت لوہے کی مانند مضبوط ہو گی اور جس طرح کہ لوہا توڑ ڈالتا ہے اور سب چیزوں پر غالب ہوتا ہے ہاں لوہے کی طرح سے جو سب چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اسی طرح وہ ٹکڑے ٹکڑے کریگی اور کچل ڈالے گی اور جو کہ تُو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کمہار کی ماٹی کی۔ اور کچھ لوہے کی تھیں سو اس سلطنت میں تفرقہ ہو گا۔ مگر جیسا کہ تو نے دیکھا کہ اس میں لوہا گلاوے سے ملا ہوا تھا۔ سو لوہے کی توانائی اس میں ہو گی اور جیسا کہ پاؤں کی انگلیاں کچھ لوہے کی اور کچھ ماٹی کی تھیں۔ سو وہ سلطنت کچھ قوی کچھ ضعیف ہو گی اور جیسا تو نے دیکھا کہ لوہا گلاوے سے ملا ہوا ہے وے اپنے آپ کو انسان کی نسل سے ملا دینگے لیکن جیسا لوہا مٹی سے میل نہیں کھاتا تیساوے باہم میل نہ کھاوینگے اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہو وے گی اور ان سب مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی تا ابد قائم رہے گی جیسا کہ تو نے دیکھا کہ وہ پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے اس کو پہاڑ سے کاٹ نکالے آپ سے نکلا اور اس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا خدا تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے کو ہونے والا ہے اور یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی''

(دانیال باب 6 آیت 31-45)

ان تین انبیاء کی بتائی ہوئی خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک روحانی بادشاہ کا ظہور ہونے والا تھا جس نے کونے کے پتھر کی حیثیت پانی تھی یعنی وہ روحانی سلسلہ کا آخری وجود ہونے والا تھا۔ وہ پتھر بڑا قیمتی ہو گا مضبوط ہونے والا۔ جو اس پر ایمان لائینگے صاحب وقار ہونگے اور جلد باز نہ ہوں گے وہ پتھر ایسا ہو گا جسے معماروں نے رد کیا ہوا ہو گا وہ زبردست بادشاہوں کو کچل ڈالے گا وہ ان گھڑ پتھر ہو گا اور کسی انسان کے ہاتھ نے اسے نہ گھڑا ہو گا۔۔۔ اس حوالہ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک تمثیل دی ہے اور بتایا ہے کہ بنی اسرائیل نے بہت سے نبیوں کا انکار کیا آخر خدا تعالیٰ نے ایک ایسے نبی کو بھیجا جو خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا یعنی خود مسیح علیہ السلام لیکن بنی اسرائیل ان کا بھی انکار کریں گے اور انہیں قتل کریں گے یعنی قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔۔ اس پر ایک ایسا نبی آئے گا جو خدا تعالیٰ کا ظہور کہلائے گا اور وہ کونے کا پتھر ہو گا اس کی آمد پر بنی اسرائیل کو مکمل سزا دی جائے گی اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت ایک ایسی قوم کے سپرد کی جائے گی جو خدا تعالیٰ کو وقت پر میوہ پہنچائیں گے یعنی خدا تعالیٰ کے احکام کو پوری طرح بجالائیں گے وہ پتھر اس شان کا ہو گا جس پر وہ

گرے گا اسے پیس ڈالے گا اور جو اس پر گرے گا وہ بھی چور چور ہو گا۔

یہ پیشگوئیاں جن کے بیان کرنے میں چار نبیوں نے حصہ لیا ہے یعنی حضرت یسعیاہ، حضرت داؤد، حضرت دانیال اور حضرت مسیحؑ ایسی واضح طور پر رسوال کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری ہوتی ہیں کہ سوائے تعصب سے اندھے شخص کے کوئی ان کا انکار نہیں کرسکتا آپ بنو اسماعیل میں سے تھے جن کو بنو اسحاق نے ہمیشہ رد کیا اور ابراہیمؑ کی برکتوں سے ہمیشہ محروم رکھنے کی کوششیں کیں آپ نے خود دعویٰ فرمایا کہ میں کونے کا پتھر ہوں چنانچہ آپ فرماتے ہیں: مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بُنْيَانًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ، فَجَعَلَ النَّاسُ يُطُوفُونَ بِهِ وَيَقُولُونَ: مَا رَأَيْنَا بُنْيَانًا أَحْسَنَ مِنْ هَذَا، إِلَّا هَذِهِ اللَّبِنَةِ، فَكُنْتُ أَنَا تِلْكَ اللَّبِنَةَ

(مسلم کتاب الفضائل)

یعنی میرا اور دوسرے انبیاء کا حال یُوں ہے کہ جیسے کسی نے ایک عمدہ اور خوبصورت محل تیار کیا پھر لوگ کثرت سے اسے دیکھنے کے لئے آنے لگے اور کہتے تھے کہ ہم نے اس سے عمدہ محل کوئی نہیں دیکھا ہاں یہ کونہ اس کا ننگا ہے پھر خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا اور میں وہ کونے کا پتھر ہوں۔] یہی روایت ''صحیح بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' میں بھی آئی ہے، ناقل۔

آپؐ کا وجود نہایت قیمتی وجود تھا اور آپ کی بنیاد مضبوط جیسا کہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ باوجود دُنیا کی شدید مخالفت کے تیرہ سو سال سے آپؐ کے مقام کو کوئی نہیں ہلا سکا۔۔۔ پھر اس کونے کے پتھر کی شان یہ بتائی تھی کہ اس کا آنا خدا تعالیٰ کا آنا کہلائے گا اور وہ خدا تعالیٰ کے نام پر آئے گا۔ مسیح علیہ السلام نے اس کی مزید تشریح یہ کر دی ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے نام پر آنے والا خدا کا بیٹا کہلانے والے کے بعد آئے گا چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد تشریف لائے اور آپ کا آنا خدا کا آنا کہلایا۔ چنانچہ آپؐ کی نسبت قرآن کریم میں آتا ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ (فتح:11) یعنی وہ لوگ جو تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں تیرا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔

پھر اس پیشگوئی میں ہے کہ وہ پتھر جس پر گرے گا اسے پیس ڈالے گا اور جو اس پر گرے گا چور چور ہو گا سو ایسا ہی آپ سے ہوا۔ باوجود انتہائی غربت اور کمزوری کے ساری قوموں سے آپؐ کی لڑائی ہوئی اور آپؐ کامیاب رہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو آپؐ کی جنگوں کا نقشہ ہی کھینچ دیا ہے یعنی فرماتے ہیں۔ ''جو اس پتھر پر گرے گا وہ چور ہو جائے گا پر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا'' یعنی اس کی جنگوں کی یہ کیفیت ہو گی کہ پہلے دشمن اس پر حملہ کرے گا اور سخت نقصان اٹھاتا رہے گا بعد میں وہ دشمن پر حملہ کرے گا اور اسے تباہ کر دے گا اسی طرح آپ سے ہوا کہ پہلے آپ کے دشمن آپ پر حملہ کرتے رہے اور چور ہوتے رہے بعد میں آپ نے حملہ کیا اور ان کی شوکت کو بالکل توڑ دیا۔۔۔ پھر لکھا تھا کہ وہ ان گھڑا پتھر ہو گا اس سے مراد یہ تھی کہ وہ پڑھا لکھا نہ ہو گا اور انسانوں نے اسے تعلیم نہ دی ہو گی چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے اور قرآن کریم نے اس پیشگوئی کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے: اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَہُمۡ فِی التَّوۡرٰٮۃِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ (اعراف:158) یعنی وہ لوگ جو اتباع کرتے ہیں اس رسول نبی اور امی کی جس کا ذکر تورات اور انجیل میں موجود ہے، اس آیت میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ تورات اور انجیل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تین ناموں سے کیا گیا ہے۔ رسول کے نام سے نبی کے نام سے۔ اور امی یعنی ان پڑھ کے نام سے اور جیسا کہ اوپر کے حوالہ جات میں بتایا گیا ہے عہد نامہ قدیم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گھڑے پتھر کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور انجیل نے اس پیشگوئی کی تصدیق کی ہے اور گویا عربی زبان کے محاورہ کے مطابق آپ کے امی ہونے کی خبر دی ہے''

(تفسیر کبیر جلد اول ص 378-382)

6. حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی پیشگوئی

پھر جب ہم کتب سابقہ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ان میں بھی یہ پیشگوئی نظر آتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن اپنے وطن سے ہجرت کرنی پڑے گی۔ اور پھر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آپ فاتحانہ طور پر مکہ میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ آپ کی ہجرت کی خبر یسعیاہ باب 21 میں پائی جاتی ہے جہاں لکھا ہے: ''عرب کی بابت الہامی کلام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے دوانیوں کے قافلو! پانی لے کر پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو! روٹی لے کر بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے۔ ننگی تلوار سے اور کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیراندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے۔ اور خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا''

(یسعیاہ باب 21 آیت 13-17)

اس پیشگوئی میں دوانیوں کے قافلوں سے اور تیما کی سرزمین کے باشندوں سے خطاب کرتے ہوئے ان کو توجہ دلائی گئی ہے کہ تم روٹی اور پانی لے کر ان لوگوں کا استقبال کرنے کے لئے آگے بڑھو جو مخالفین کے جور وستم اور ان کی ننگی تلواروں اور کھچی ہوئی کمانوں کا ایک لمبے عرصے تک نشانہ بنے رہے۔ اور جو اب بھاگ کر تمہارے ملک میں پناہ لینے کے لئے آرہے ہیں۔

دوان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک پوتے کا نام ہے جو آپ کی تیسری بیوی قطورہ کے بطن سے پیدا ہونے والے لڑکے لُقیان کی اولاد میں سے تھا۔ (پیدائش باب 25 آیت 1 و 2)۔ تیما حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نویں بیٹے کا نام تھا۔ (پیدائش باب 25 آیت 16) اور قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے بیٹے کا نام ہے (پیدائش باب 25 آیت 6) (ان آیات) سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسماعیل اور بنی قطورا دونوں ارض مشرق یعنی عرب میں آباد ہوئے۔ چنانچہ دوان کی اولاد پہلے یمن میں آباد ہوئی۔ مگر پھر اس کے قبائل عرب میں چاروں طرف پھیل گئے۔ اوس اور خزرج بھی اسی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی طرح تیما کی اولاد مدینہ کے نواح میں آباد ہوئی۔ لیکن قیدار کی اولاد مکہ کے نواح میں بسی۔ قریش مکہ اسی کی نسل سے تھے۔ حضرت یسعیاہ نے دوان اور تیما کی نسلوں کو جو نواح مدینہ میں آباد تھیں بتایا کہ ایک زمانہ میں قریش کے مظالم اور ان کی شب و روز کی جنگ کے نتیجہ میں آخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑے گی۔ تمہارا فرض ہے کہ تم ان کے استقبال کے لئے آگے بڑھو۔ اور اپنی آنکھوں کو فرش راہ کرو۔ اور روٹی اور پانی لے کر ان کے ملنے کو نکلو۔ یعنی اپنے گھروں کے دروازے ان کے لئے کھول دو۔ اور ان کی خدمت کو اپنے لئے برکت اور رحمت کا موجب سمجھو۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے نکلے اور ایسی حالت میں نکلے جب کہ ننگی تلواروں کے ساتھ دشمن نے آپ کے مکان کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اور وہ چاہتا تھا کہ آپ کا خاتمہ کر دے مگر اللہ تعالیٰ نے ایسی قدرت نمائی فرمائی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے سے نکل آئے اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔

7. جنگ بدر کی پیشگوئی

اسی پیشگوئی کے اگلے الفاظ کے بارے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''پھر اس پیشگوئی میں [ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیراندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے۔ اور خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا'' (یسعیاہ باب 21 آیت 13تا17)] ، یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اس ہجرت کے ٹھیک ایک سال بعد آپ کے اور آپؐ کے دشمنوں کے درمیان ایک جنگ ہو گی جس میں دشمن شکست کھائے گا۔ قریش کا تمام رعب و دبدبہ خاک میں مل جائے گا۔ چنانچہ عین ایک سال کے بعد جنگ بدر ہوئی جس میں اسلام کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی''

(تفسیر کبیر جلد 07 صفحہ 561-562)

پھر فرمایا: ''اس پیشگوئی میں (یسعیاہ باب 21 آیت 13تا17) یسعیاہ نبی نے جنگ بدر کی خبر دیتے ہوئے بتایا ہے ہجرت مدینہ پر ٹھیک ایک سال گزرنے پر عرب میں ایک ایسی جنگ ہو گی جس سے قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور وہ پیٹھ دکھاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، کفار اپنے بڑے بڑے جرنیلوں کی لاشیں میدان جنگ میں ہی چھوڑ کر بھاگ گئے اور مسلمانوں کی تمام عرب پر دھاک بیٹھ گئی''

(تفسیر کبیر جلد 06 صفحہ 481)

اسی پیشگوئی کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جنگ بدر جسے قرآن کریم نے فرقان قرار دیا ہے اس کے متعلق بائبل میں بھی ایک پیشگوئی پائی جاتی ہے چنانچہ یسعیاہ باب 21 آیت 17 میں کئے گئے کلام میں پیشگوئی کی گئی تھی کہ ہجرت کے زمانے پر ٹھیک ایک سال گزرنے کے بعد عرب میں ایک ایسی جنگ ہو گی جس میں قیدار کی ساری حشمت خاک میں مل جائے گی۔۔ اور آخر وادیٔ مکّہ اپنے جرنیلوں کو کھو کر اپنی اس شوکت کو بالکل کھو بیٹھے گی جو اس سے پہلے حاصل تھی''

(تفسیر کبیر جلد 08 صفحہ 515)

8. آئندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئی الٰہی قوم کو ایک نیا نام دیا جائے گا

یسعیاہ نبی پیشگوئی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الٰہی قوم کو ایک نیا نام دیا جائے گا ار وہ اتنا پیارا ہو گا کہ لوگ اسے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں سے بھی زیادہ پسند کریں گے۔ یہ تو پسند کرلیں گے کہ ان کا بیٹا مر جائے یا ان کی بیٹی مر جائے مگر وہ اس نام کو چھوڑنا پسند نہیں کریں گے۔ یہ اسلام کا نام ہے جو مسلمانوں کو عطا کیا گیا اور جس کے متعلق یسعیاہ نبی یہ خبر دے رہے ہیں کہ وہ نام اتنا پیارا ہو گا کہ لوگ اپنے بیٹوں اور اپنی بیٹیوں کو چھوڑنا اور ان کا اپنی آنکھوں کے سامنے مارا

جانا گوارا کرلیں گے مگر یہ برداشت نہیں کریں گے کہ اسلام چھوٹ جائے اور یہ پیارا نام ان کے ساتھ نہ رہے۔

پھر یہ کہ وہ مذہب ایسا ہوگا کہ جس میں غیر قومیں بھی شامل ہوں گی اور ’’اپنے تئیں خداوند سے پیوستہ‘‘ کریں گی۔ یہ وہی بات ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی بتائی گئی تھی کہ زمین کی ساری قومیں تیری نسل سے برکت پائیں گی۔ یسعیاہ نبی بھی یہی کہتے ہیں کہ غیر قومیں اس مذہب میں داخل ہوں گی اور خدا تعالیٰ سے محبت کا تعلق پیدا کرکے اس کا قرب حاصل کریں گی۔

پھر فرمایا کہ وہ لوگ سبت کی بے حرمتی نہ کریں گے۔

یسعیاہ نبی کی اس پیشگوئی پر اگر غور کیا جائے تو اس میں پانچ باتیں نظر آتی ہیں۔

اوّل:ان کو ایک نیا نام ملے گا۔

دوم:وہ نام ابدی ہوگا جو کبھی مٹایا نہیں جائے گا۔

سوم:غیر اقوام کے لوگ بھی ان کے مذہب میں شامل ہوں گے۔

چہارم:وہ سبت کی حفاظت کریں گے۔

پنجم:ان کو بھی بنی اسرائیل کے علاقہ میں لاکر قابض کردیا جائے گا۔

یہ پانچ چیزیں جس مذہب میں پائی جائیں گی وہی اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا جائے گا۔ یسعیاہ کے بعد بنی اسرائیل میں سب سے بڑے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام گزرے ہیں مگر سوائے فلسطین پر قابض ہونے کے اور کوئی بات بھی ان کے ذریعہ پوری نہیں ہوئی۔مثلاً یسعیاہ نبی کو یہ بتایا گیا تھا کہ میں ان کو ایک نیا نام بخشوں گا جو بیٹوں اور بیٹیوں کے نام سے بہتر ہوگا۔ یہ نام صرف مسلمانوں کو ملا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:هُوَ سَمّٰىكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَفِىۡ هٰذَا (الحج:79) کہ پرانے زمانہ سے تمہارا نام مسلم رکھا گیا ہے لیکن عیسائیوں کا کوئی نام ہی نہیں۔۔۔ پہلے زمانہ میں وہ کچھ کہلاتے تھے پھر کچھ اور کہلانے لگ گئے اور اسی طرح ان کے نام میں تبدیلی ہوتی چلی گئی۔ وہ قوم جس کا ایک نام رکھا گیا ہے اور جس کا نام کسی انسان نے نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے وہ صرف مسلمان ہیں اور اسی کے نام کے متعلق یسعیاہ نبی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ:’’ایک نام جو بیٹوں اور بیٹیوں کے نام سے بہتر ہے بخشوں گا‘‘۔۔۔

پھر یہ خبر دی گئی تھی کہ ان کو ابدی نام دیا جائے گا جو کبھی مٹایا نہیں جائے گا۔یعنی زمانہ کے تغیرات اور ملکوں اور علاقوں کے اختلاف کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ان کا نام رکھا جائے گا وہ ہمیشہ قائم رہے گا اس میں کبھی کوئی تبدیلی عمل میں نہیں آئے گی۔ اس پیشگوئی کا یہ حصہ بھی ایسا ہے جو عیسائیوں پر چسپاں نہیں ہوسکتا۔کیونکہ اول تو ان کا کوئی نام ہی نہیں اور پھر جو کچھ وہ اپنے آپ کو کہتے ہیں اس میں بھی تبدیلی ہوتی چلی آئی ہے۔

تیسری خبر یہ دی گئی تھی کہ بیگانے کی اولاد اس مذہب میں داخل ہوگی۔ لیکن حضرت مسیحؑ اپنے حواریوں سے کہتے ہیں کہ تمہیں غیر قوموں کو تبلیغ کرنے اور انہیں اپنے مذہب میں داخل کرنے کی اجازت ہی نہیں۔

چوتھی خبر یہ دی گئی تھی کہ وہ سبت کی حفاظت کریں گے لیکن عیسائی وہ ہیں جنہوں نے سبت کی حفاظت کرنے کی بجائے روم کے بادشاہوں کو خوش کرنے کیلئے ہفتہ کو اتوار سے بدل دیا اور اس طرح سبت کی بے حرمتی کا ارتکاب کیا۔ یہ چار شرطیں جس قوم میں پائی جائیں گی اسی کا فلسطین پر قبضہ اس بات کی علامت سمجھا جاسکتا ہے کہ یسعیاہ کی پیشگوئی اس کے ذریعہ پوری ہوئی ورنہ محض فلسطین پر قبضہ کوئی چیز نہیں اس پر قبضہ تو رومیوں نے بھی کرلیا تھا۔

یہ چار شرطیں اگر کسی قوم میں پائی جاتی ہیں تو وہ صرف مسلمان ہیں۔ چنانچہ فلسطین پر بھی مسلمان قابض ہوئے یہاں تک کہ تیرہ سو سال ان کے قبضہ پر گزر گئے اور اب تک وہ فلسطین پر قابض ہیں‘‘

(تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 261-262)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:’’اس آیت میں هُوَ سَمّٰىكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ مِنۡ قَبۡلُ کے الفاظ میں جس پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔وہ یسعیاہ نبی کی کتاب میں ان الفاظ میں پائی جاتی ہے کہ ’’تو ایک نئے نام سے کہلایا جائیگا جو خداوند کا مُنہ تجھے رکھ دیگا۔‘‘ (یسعیاہ باب 62 آیت 2)۔ اسی طرح انہوں نے فرمایا تھا:’’تم اپنا نام اپنے پیچھے چھوڑو گے جو میرے برگزیدوں پر لعنت کا باعث ہوگا کیونکہ خداوند یہوداہ تم کو قتل کرے گا اور اپنے بندوں کو دوسرے نام سے بُلائے گا۔‘‘ (یسعیاہ باب 65 آیت 15)۔ یسعیاہ نبی کی اس پیشگوئی کو بائبل نویسوں نے کلیسیا پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ مسیحیوں کو کوئی نام خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ملا۔اسی طرح مختلف مسیحی فرقوں نے جو اپنے اپنے نام رکھے ہوئے ہیں وہ بھی اُن کے اپنے تجویز کردہ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اُن کے یہ نام نہیں رکھے۔ساری دنیا میں صرف ایک ہی قوم ہے جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نام ملا اور وہ مسلمان ہیں۔ هُوَ سَمّٰىكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَفِىۡ هٰذَا (الحج:79) میں اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔اور ’’وَفِىۡ هٰذَا‘‘ میں حضرت ابراہیمؑ کی اس قرآنی دعا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں کی کہ:رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ (بقرہ:129) یعنی اے ہمارے رب مجھ ابراہیمؑ کو اور میرے بیٹے اسمٰعیلؑ کو اپنے حضور میں مسلم قرار دے۔اسی طرح ہماری اولاد میں سے بھی ایک بڑی جماعت پیدا کر جو تیرے حضور میں مسلم کہلائے۔چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ان پیشگوئیوں کے مطابق دنیا میں اعلان فرمادیا کہ خدا تعالیٰ نے میری امت کا نام مسلم اور میرے مذہب کا نام اسلام رکھا ہے‘‘

(تفسیر کبیر جلد 06 صفحہ 107)

9. بلد اللہ الحرام کے بارے میں پیشگوئی

اس آیت میں وُضِعَ لِلنَّاسِ کے الفاظ اس پیشگوئی کے بھی حامل تھے کہ اس گھر کے ذریعہ وہ لوگ جو متفرق ہوچکے ہوں گے پھر اکٹھے کردیئے جائیں گے۔یعنی عالمگیر مذہب کا اس کے ساتھ تعلق ہوگا۔اور ساری دنیا کو جمع کرنے کا یہ گھر ایک ذریعہ ہوگا۔ چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مختلف اقوامِ عالم کو ایک ہاتھ پر جمع کردیا اور اسی طرح کعبہ تمام متفرق لوگوں کو اکٹھا کرنے کا ذریعہ بن گیا۔یسعیاہ نبی نے بھی اس کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا:’’رب الافواج فرماتا ہے میں نے اس کو صداقت میں برپا کیا ہے اور میں اُس کی تمام راہوں کو ہموار کروں گا۔وہ میرا شہر بنائے گا۔ اور میرے اسیروں کو بغیر قیمت اور عوض لئے آزاد کردیگا۔خداوند یوں فرماتا ہے کہ مصر کی دولت اور کوش کی نجات اور سبا کے قدآور لوگ تیرے پاس آئیں گے اور تیرے ہوں گے۔ وہ تیری پیروی کریں گے وہ بیڑیاں پہنے ہوئے اپنا ملک چھوڑ کر آئیں گے اور تیرے حضور سجدہ کریں گے وہ تیری منّت کریں گے اور کہیں گے۔یقیناً خدا تجھ میں ہے اور کوئی دوسرا نہیں اور اُس کے سوا کوئی خدا نہیں‘‘

(یسعیاہ باب 45 آیت 13-14)

اس پیشگوئی میں پہلی بات تو یہ بتائی گئی تھی کہ ایک خدا کا شہر بنایا جائے گا چنانچہ ساری دنیا میں صرف بلد اللہ الحرام ہی ایک ایسا شہر ہے جو خدا کا شہر کہلاتا ہے۔ پھر بتایا گیا تھا کہ اس کو بنانیوالا یعنی اس کی عظمت کو قائم کرنے والا میرے اسیروں کو بلا اُجرت لئے چھڑائے گا۔چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کو فتح کرکے بلا کسی تاوان لینے کے لَا تَثۡرِيۡبَ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ کی آواز بلند کرکے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح آپ روحانی قیدیوں سے بھی یہی کہتے رہے کہ لَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا (انعام:91) یعنی میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہی مصر کی دولت اور کوش کا منافع اور سبا کے قدآور لوگ آئے۔

گزشتہ انبیاء میں سے صرف حضرت مسیحؑ کے متعلق عیسائی دعویٰ کرتے ہیں کہ شاید وہ اس پیشگوئی کے مصداق ہوں۔لیکن ان میں ایک بات بھی اِن باتوں میں سے نہیں پائی جاتی۔بیشک مصر پر رومیوں کا ایک عرصہ تک قبضہ رہا لیکن کوش کا منافعہ اُن کو نہیں ملا۔گو مسیحی مؤرخوں نے زور دے کر ایتھوپیا کو کوش ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔مگر تازہ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ کوش جس کا یسعیاہ میں ذکر آتا ہے وہ علاقہ ہے جو ایلام اور میڈیا کے درمیان میں واقع ہے۔ایلام کا علاقہ خلیج فارس کے کنارے کا دجلہ تک کا علاقہ ہے۔اور میڈیا کیسپین لیک کے جنوب کا علاقہ ہے۔اس علاقہ کا منافع عیسائیوں کو کبھی نہیں ملا۔یعنی یہاں کے لوگوں نے مسیحیت کو قبول نہیں کیا۔اسی طرح سبا کے قدآور آدمی بھی مسیحی مقامات پر سجدہ کرنے کے لئے نہیں گئے۔اور اگر جائیں بھی تو وہ تثلیث کی تائید کرنے والے ہوں گے حالانکہ یسعیاہ بتاتا ہے کہ اس پیشگوئی کے مصداق ایک خدا کی پرستش کے لئے اس شہر میں جمع ہوں گے اور وہاں یہ آوازیں دیتے ہوئے آئیں گے کہ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔لیکن اسلام کو یہ سب باتیں حاصل ہیں۔کعبہ کو خدا کا گھر ماننے والے مصر میں بھی ہیں، یمن میں بھی ہیں جس میں سباؔ واقع ہے اور کوشؔ میں بھی ہیں اور یہاں سے ہزاروں لوگ ہر سال اس شہر کو جاتے ہیں جو خدا کا گھر کہلاتا ہے۔اور وہاں جاکر اس گھر میں جو خدا کا گھر کہلاتا ہے یہ کہتے ہوئے داخل ہوتے ہیں کہ لَبَّيۡكَ، لَبَّيۡكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيۡكَ لَا شَرِيۡكَ لَكَ لَبَّيۡكَ یعنی میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں اے میرے اللہ میں حاضر ہوں۔تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ پس اس پیشگوئی میں بھی مکّہ مکّرمہ کی طرف رجوعِ خلائق کا اشارہ پایا جاتا تھا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پوری ہوئی۔اور اسی تعلق کے قیام کے لئے نماز میں بیت اللہ کی طرف مُنہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

بہرحال بیت اللہ ایک نہایت ہی پُرانا مقام ہے اور تاریخ بھی اس کے قدیم ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ چنانچہ سر ولیم میور ’’لائف آف محمدؐ‘‘ میں لکھتے ہیں کہ مکّہ کے مذہب کے بڑے اصولوں کو ایک نہایت ہی قدیم زمانے کی طرف منسوب کرنا پڑتا ہے گو ہیروڈوٹس مشہور یونانی جغرافیہ نویس نے نام لیکر کعبہ کا ذکر نہیں کیا مگر وہ عربوں کے بڑے دیوتاؤں میں سے ایک دیوتا اِلالات کا ذکر کرتا ہے (یعنی خداؤں کا خدا) اور یہ اس بات کا

ثبوت ہے کہ مکّہ میں ایک ایسی ہستی کی پرستش کی جاتی تھی جسے بڑے بڑے بتوں کا بھی خدا مانا جاتا تھا (c.11/102)۔

پھر لکھا ہے کہ مؤرخ ڈایو ڈورس سکولس جو مسیح سے پچاس سال پہلے گزرا ہے وہ بھی لکھتا ہے کہ عرب کا وہ حصہ جو بحیرۂ احمر کے کنارے پر ہے اُس میں ایک معبد ہے جس کی عرب بڑی عزت کرتے ہیں۔ (دیباچہ لائف آف محمدؐ c.11/103))

پھر لکھتا ہے کہ قدیم تاریخوں سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ بنا کب ہے۔ یعنی یہ اتنا پُرانا ہے کہ اس کے وجود کا تو ذکر آتا ہے مگر اس کی بناء کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ بالکل ''اَلْبَیْتُ الْعَتِیْق'' کا ہی مفہوم ہے جو دوسرے الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔

پھر لکھتا ہے کہ بعض تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ عمالقہ نے اسے دوبارہ بنایا تھا۔ اور کچھ عرصہ تک اُن کے پاس رہا اور تورات سے پتہ چلتا ہے کہ عمالقہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تباہ ہوئے تھے (خروج باب 17 آیت 8 تا 16 وگنتی باب 24 آیت 20) گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے بھی بہت پہلے عمالقہ اس پر قابض رہ چکے تھے اور وہ بھی اس کے بانی نہ تھے بلکہ یہ گھر اُن سے بھی پہلے کا بنا ہوا تھا اور انہوں نے اُس کے تقدس پر ایمان لاتے ہوئے اسے دوبارہ تعمیر کیا تھا۔ پس تاریخی شواہد کی رو سے بھی بیت اللہ کا بیت عتیق ہونا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

اس موقعہ پر حضرت محی الدین صاحبؒ ابن عربی کے ایک کشف کا ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ کی جلد 3 میں بیان فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ کشفی حالت میں دیکھا کہ میں بیت اللہ کا طواف کر رہا ہوں اور میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں جو بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں مگر وہ کچھ اجنبی قسم کے لوگ ہیں جن کو میں پہچانتا نہیں۔ پھر انہوں نے دو شعر پڑھے جن میں سے ایک تو مجھے بھول گیا مگر دوسرا یاد رہا۔ وہ شعر جو مجھے یاد رہا وہ یہ تھا کہ

لَقَدْ طُفْنَا کَمَا طُفْتُمْ سِنِیْنَا
بِھٰذَا الْبَیْتِ طُرًّا اَجْمَعِیْنَا

یعنی ہم بھی اس مقدس گھر کا سالہا سال اسی طرح طواف کرتے رہے ہیں جس طرح آج تم اس کا طواف کر رہے ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس پر بڑا تعجب ہوا پھر اُن میں سے ایک شخص نے مجھے اپنا نام بتایا مگر وہ نام بھی ایسا تھا جو میرے لئے بالکل غیر معروف تھا۔ اس کے بعد وہ شخص مجھ سے کہنے لگا کہ میں تمہارے باپ دادوں میں سے ہوں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو وفات پائے کتنا عرصہ گزر چکا ہے اُس نے کہا کہ چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر رہا ہے۔ میں نے کہا زمانہ آدم پر تو اتنا عرصہ نہیں گزرا۔ اُس نے کہا کہ تم کس آدم کا ذکر کرتے ہو کیا اُس آدم کا جو تمہارے قریب ترین زمانہ میں ہوا ہے۔ یا کسی اور آدم کا۔ وہ کہتے ہیں اس پر معًا مجھے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث یاد آ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کئے ہیں۔ اور میں نے سمجھا کہ میرے یہ جدِّ اکبر بھی انہیں میں سے کسی ایک آدم سے تعلق رکھنے والے ہوں گے۔

(فتوحات مکیہ جلد 3 باب 390 صفحہ 549)

حضرت محی الدین صاحبؒ ابن عربی کا یہ کشف بھی بتا رہا ہے کہ بیت اللہ نہایت قدیم زمانہ سے دنیا کا مرکز اور لوگوں کی ہدایت کا ایک ذریعہ بنا رہا ہے اور اسی طرح یہ دنیا بھی لاکھوں سال سے چلی آ رہی ہے۔ چنانچہ آج سے ہزارہا سال قبل بھی لوگ اس مقدس گھر کا اسی طرح طواف کرتے رہے ہیں جس طرح آج ہم بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ یہی حقیقت قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے کہ یہ البیت العتیق ہے جو زمانہ قدیم سے خدا تعالیٰ کے انوار و برکات کا تجلّی گاہ رہا ہے اور قیامت تک دنیا کو ایک مرکز پر متحد رکھنے کا ذریعہ بنا رہے گا''

(تفسیر کبیر جلد 06 صفحہ 37-39)

مرسلہ: سعدیہ طارق

''ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ''

کچھ عرصہ پہلے ایک مضمون نظروں سے گزرا جس میں رائٹر نے طنزیہ انداز میں باہر بسنے والے پاکستانیوں سے سوال کیا تھا کہ پاکستان میں ایسا کیا ہے؟ کہ پاکستان کی محبت باہر بسنے والوں کے دلوں سے نکلتی نہیں۔

اس بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ پاکستان میں ایسا کیا نہیں جس کی تلاش میں لوگ ملک چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور پھر سوچتے ہیں پیچھے ایسا کیا چھوڑ آئے کہ آتش عشق ٹھنڈی نہیں پڑ رہی۔

پاکستان پیاری سرزمین جس کی مٹی کی خوشبو دنیا میں کہیں نہیں جس طرح اپنی ماں کی خوشبو انسان کبھی نہیں بھولتا اس طرح دھرتی ماں کی خوشبو آپ کو کہیں چین سے نہیں بسنے دیتی۔ ماں کی گود سا سکون صرف اپنی سرزمین پاک میں ہی ملتا ہے

ایسا خطہ جس کو خدا نے ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔ برفیلے پہاڑ، رنگلے میدان، دریا، سمندر، معدنیات کیا نہیں شمالی علاقوں کا سحر انسان کو مسحور کر دیتا ہے۔

پاکستان کی تمام تر بھیانک تصاویر کے باوجود یہاں بہت کچھ اچھا ہے جس کا تصور باہر کی دنیا میں نہیں۔ دکھ درد میں اپنوں کا ساتھ ہمسائیگی کا حق ادا کرنے والے ہمسائے، فوراً تکلیف میں بھاگ کر آپ کی مدد کو پہنچنے والے دوست، مہمان نوازی کا جذبہ وقت بے وقت۔ مہمان کا خندہ پیشانی سے استقبال۔

دیہات کے معصوم سادہ محبت کرنے والے لوگ۔ ایک گھر کے مہمان کو ساری بستی کا مہمان تصور کرنے والے۔ ہر گھر سے کچھ سوغات مہمان کے لئے تیار کرنا گاؤں سے نکلتے وقت سارے گاؤں کا خدا حافظ کہنے کے لئے اکٹھے ہونا یہ حسین محبت کا نظارہ دنیا میں کہیں نہیں ملتا۔

شادی بیاہ پر رشتے داروں کا اکٹھا ہونا اور تکلیف میں اپنوں کا ساتھ یہ سب پاکستان میں ہی رہ گیا ہے۔

اگر مادر وطن میں دھماکے ہوتے ہیں تو دوسری دنیا میں بھی کوئی سرپھرا فائر کھول کر معصوم جانوں کو اڑا دیتا ہے۔ عزتیں اگر یہاں پامال ہوتی ہیں تو وہاں بھی ہوتی ہیں۔ سرکاری ہسپتال کی ایمرجنسی میں ڈاکٹر کا انتظار کرتے کرتے مریض صحت یاب ہو جاتے ہیں۔

پاکستان میں بہت کچھ ہے جو باہر بسنے والوں کے دل میں چھپا ہے اس کی تعریف دنیا کے سامنے کرتے ڈرتے ہیں بلکہ اپنے ملک سے محبت بھی کرتے ہیں اور کبھی دیسی کا لفظ استعمال کر کے دھرتی ماں اور کبھی دیسی ماں کی میم بنا کر اپنی احساس محرومی کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اپنے دیس سے باہر جانے والے دوسرے ملکوں میں جا کر ہر طرح کی مزدوری جسے وہ اپنے وطن میں عار جانتے تھے، کرتے ہچکچاتے نہیں۔ جتنی محنت اور کوشش بیرون ملک کرتے ہیں اور جس نظم و ظبط کا مظاہرہ کرتے ہیں اگر اپنے ملک میں کریں تو کتنا اچھا ہو۔

جو ستارے باہر جا کر کہکشاں بنے ہیں وہ پاکستان میں بھی جگمگا سکتے تھے۔ ان کے لئے یہاں بھی آسمان ویسا ہی ہے جیسا باہر ہے، ماحول کو سازگار بنانا بھی انہی لوگوں کا کام ہے جو اپنی ذمہ داری سے نظر بچا کر دور دیس جا بسے ہیں۔

''ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ'' یہ ستارے اپنے وطن میں جگمگائیں اپنے لوگوں کی مدد کریں مل کر اپنے وطن کے حالات بدلنے کی کوشش کریں تو ناممکن ہے کہ پاکستان دنیا میں کسی ملک سے پیچھے نہ رہے۔

(معذرت! وہ لوگ مخاطب نہیں جن کے لئے اپنے ملک کی زمین تنگ کی گئی اور ان کو ہجرت کرنی پڑی)

نیاز احمد نائک۔ استاد جامعہ احمدیہ قادیان

اپنے جائزے لیں

از ارشادات خطبات مسرور جلد 9

قسط 9

رونی پسارانی صاحب انڈونیشا کی شہادت ہمیں اپنے ایمان کے جائزے لینے کی دعوت دیتی ہے

مکرم رونی پسارانی صاحب کی شہادت بھی مکرم ورسونو صاحب کی طرح ہوئی۔ مخالفین نے ان کو بھی چھریوں اور درانتیوں اور ڈنڈوں سے مارا۔ ان کی لاش باہر لائی گئی اور پھر اسی طرح بے حرمتی کی گئی اور حلیہ بگاڑا گیا۔ تو یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ کی زندگی پانے والے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔ جو آسمانِ احمدیت کے روشن ستارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرتا چلا جائے اور ان کے لواحقین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور خود ان کا حافظ و ناصر ہو۔ جماعت انڈونیشیا کے ہر فرد کے ایمان میں پہلے سے بڑھ کر مضبوطی پیدا فرمائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جس کشف کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے نقشِ قدم پر چلنے والے کچھ اور لوگوں کے ملنے کا ذکر فرمایا تھا، ان میں یہ دور دراز علاقے میں رہنے والے لوگ بھی شامل ہیں جن میں سے بہت سوں نے خلفائے احمدیت میں سے بھی کسی کو نہیں دیکھا لیکن ایمان کی مضبوطی ان کی بے مثال ہے۔ خلافت سے وفا کا تعلق قابلِ تقلید ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کشف کا مَیں پہلے بھی پچھلے بعض خطبات میں ذکر کر چکا ہوں، دوبارہ بتاتا ہوں۔ کشف یوں ہے آپ فرماتے ہیں کہ

’’مَیں نے کشفی حالت میں...... دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی اور مَیں نے کہا اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کر دو، تاوہ بڑھے اور پھولے‘‘ آپ فرماتے ہیں ’’سو مَیں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا‘‘

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 75-76)

یعنی حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے بہت سے قائم مقام پیدا کر دے گا۔ پس یہ شہداء تو اپنا مقام پا کر، قابلِ تقلید مثالیں چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے اور قادیان سے ہزاروں میل دور رہتے ہوئے بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کو ثابت کرنے والے بن گئے۔ لیکن ہم پیچھے رہنے والوں کو بھی اپنی ایمانی حالتوں کا ہر وقت جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ ہمیں ہر شہادت کے بعد یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم ان ظلموں کی وجہ سے صرف یہ نہیں کہ اپنے ایمانوں کو ضائع نہیں ہونے دیں گے بلکہ اس میں بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ۔ کسی قسم کی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس سے ہماری روایات اور ہمارے صبر پر حرف آتا ہو، جس سے ہماری اپنے ملک سے وفا پر حرف آتا ہو۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا جماعت انڈونیشیا نے بھی انڈونیشیا کی تعمیر میں ایک کردار ادا کیا ہے۔ جماعت احمدیہ کا ہر فرد جس ملک میں بھی رہتا ہے اُس کا وفادار ہے اور ہونا چاہئے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہے گا۔ وفا کا یہ تقاضا ہے کہ ہم یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملکوں کو ظالموں کے پنجہ سے آزاد کرے اور ہم پر کبھی ایسے حاکم مسلّط نہ کرے جو رحم کرنا نہ جانتے ہوں۔ ہم دنیاوی تدبیر کے لئے قانونی چارہ جوئی تو کرتے ہیں لیکن قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے۔ ہاں اپنے رب کے حضور جھکتے ہیں۔ ہمارا زیادہ انحصار، قانونی چارہ جوئی کرنے سے زیادہ انحصار اپنے ربّ کے حضور جھکنے میں ہے۔ اس سے دعائیں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہمارا انحصار ہے۔ اس کی رحمتوں پر ہمارا انحصار ہے۔ اور اب بھی ہم ہمیشہ کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور ہی جھکیں گے۔ ہمیشہ یہ دعا پڑھتے رہیں رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ (البقرہ:251) اللہ کرے کہ ہمارے میں سے کسی ایک کے بھی پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آئے۔

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 73)

مخالفین جائزہ کیوں نہیں لیتے کہ قوموں کی تباہی انکو کیا بتارہی ہے جس طرح لاہور کی شہادتوں کے بعد افریقہ کے بعض علاقوں میں اللہ تعالیٰ نے افرادِ جماعت کے اخلاص اور وفا کے نظارے دکھائے اور اُن میں بیعتیں بھی ہوئیں، اسی طرح انڈونیشیا کے واقعہ نے بھی جماعت کے حق میں راستے کھولے ہیں اور سعید فطرت لوگوں کو حق پہچاننے کی توفیق ملی ہے۔ افریقہ کے ایک ملک سے مربی صاحب نے لکھا کہ مَیں نے انٹرنیٹ پر انڈونیشیا کا یہ واقعہ دیکھا اور سخت بے چینی تھی، بڑی جذباتی کیفیت تھی۔ مَیں اُس کو دیکھ کر روتا رہا۔ کہتے ہیں کہ اُسی دن اتفاق سے شام کو علاقے کے بعض غیر از جماعت معززین اور اُن کے علماء کے ساتھ ایک تبلیغی نشست تھی تو کہتے ہیں کہ مَیں نے اُس میں ٹی وی پر یہ جو ساری بہیمانہ کارروائی ہوئی تھی اُس کی ریکارڈنگ لگادی اور اُن مہمانوں سے کہا کہ پہلے آپ یہ دیکھ لیں پھر بات شروع کرتے ہیں۔ اور اس کی تفصیل بھی بتادی کہ احمدیوں کے ساتھ یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب مَیں نے یہ ریکارڈنگ لگائی ہے تو ابھی ایک منٹ بھی نہیں گزرا تھا کہ ایک مُعلّم (وہاں کے علماء جو مولوی یا امام ہیں اُن کو افریقہ میں مُعلّم کہتے ہیں) کھڑے ہو گئے اور اُن کا جو طریقہ ہے سر پر ہاتھ رکھ کے دھاڑیں مار مار کے رونے لگ گئے کہ یہ مسلمان ہیں جو یہ ظلم و بربریت کا مظاہرہ کر رہے ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے نام پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں؟ کہنے لگے کہ ایسے مسلمانوں کے اس اسلام سے تو مَیں توبہ کرتا ہوں اور مَیں اعلان کرتا ہوں کہ مَیں آج سے احمدی ہوں۔ میری فوری بیعت لے لیں۔ وہ مذہبی بحث تو بعد میں ہونی تھی، جو مجلس لگنی تھی وہ تو بعد میں ہونی تھی، اُس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے امام کو اِن کی حرکتیں دیکھ کے بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمادی۔ اور پھر کہتے ہیں کہ آگے انہوں نے کہا کہ مَیں یہ بھی عہد کرتا ہوں کہ اِن تین شہداء کے بدلے ان شاء اللہ تعالیٰ مَیں تین گاؤں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی گود میں لاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو توفیق عطا فرمائے۔

تو دشمن چاہے چھُپ کر تدبیر کرے، پیار بھرے انداز میں تدبیریں کرے یا کھل کر دشمنی کرے تا کہ یہ نبی کے ماننے والے خوفزدہ ہو کر یا کسی طریقے سے بھی پیچھے ہٹ جائیں لیکن مضبوط ایمان والوں کا خوفزدہ ہونا تو ایک طرف رہا اِن کی تدبیریں نیک فطرتوں کے سینے فوراً کھول کر احمدیت کے حق میں ایسی ہوا چلاتی ہیں کہ جو کام ہمارے مبلغین سال میں نہیں کر سکتے وہ دشمنوں کے مکروں سے ہمارے حق میں ایک لمحے میں ہو جاتا ہے۔ پس کون ہے جو خدا تعالیٰ کے کاموں کو روک سکے؟ لیکن ان تکبر کرنے والوں کو کبھی سمجھ نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ وہ اپنی سنّت میں تبدیلی نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی سنّت ایک اُس کی تقدیر غالب آنے کی سنّت ہے اور دوسرے ایسے ظالموں کو تباہ کرنے کی سنّت ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارننگ ہے کہ اگر پہلے لوگ اس مخالفت کی وجہ سے اپنے بد انجام کو پہنچے تو آج بھی وہی خدا ہے اور اُسی طاقتوں کے مالک خدا کے وعدے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا زمین میں نہیں پھرے۔ اَوَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَكَانُوۡۤا اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً (فاطر:45) کہ کیوں دیکھتے اور جائزہ نہیں لیتے کہ قوموں کی تباہی کی تاریخ تمہیں کیا بتارہی ہے۔

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 108)

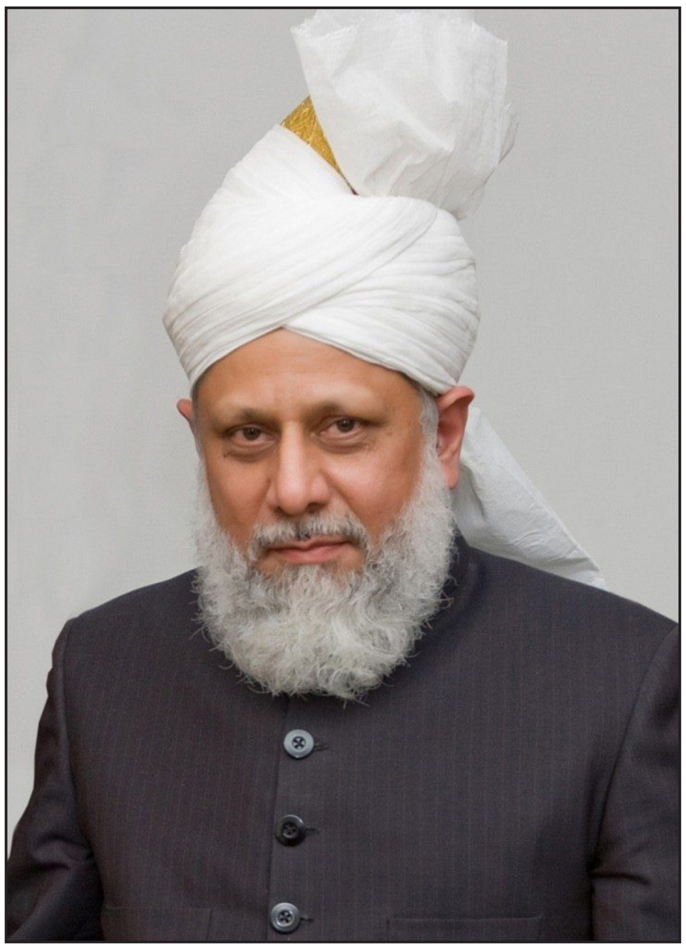

مخالفین جب حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے اصل حوالہ جات کا جائزہ لیتے ہیں تو بیعتیں بھی ہوتی ہیں

ایک روایت خان صاحب منشی برکت علی صاحبؓ ولد محمد فاضل صاحب کی ہے۔ یہ ڈائریکٹر جنرل انڈین میڈیکل سروس کے ملازم تھے۔ یہ قادیان میں ناظر بیت المال بھی رہے ہیں۔ 1901ء میں انہوں نے بیعت کی تھی اور 1901ء میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی۔ کہتے ہیں کہ جہاں تک مجھے یاد ہے، سب سے پہلے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر 1900ء کے شروع میں سننے کا اتفاق ہوا۔ جبکہ اتفاقاً مجھے شملہ میں چند احمدی احباب کے پڑوس میں رہنے کا موقع ملا۔ اُن دوستوں سے قدرتی طور پر حضور کے دعویٰ مسیحیت اور وفاتِ مسیح ناصری کے متعلق سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ مَیں اگرچہ بڑی سختی سے اُن کی مخالفت کیا کرتا تھا۔ مگر بیہودہ گوئی اور طعن و طنز سے ہمیشہ احتراز کرتا تھا۔ (وفاتِ مسیح پر مَیں یقین نہیں رکھتا تھا۔ لیکن کہتے ہیں کہ اس کے باوجود طعن اور طنز سے ہمیشہ احتراز کرتا تھا۔ آج کل بلکہ ہمیشہ سے ہی مخالفین کا جو یہ طریقہ رہا ہے کہ گالم گلوچ پر آجاتے ہیں۔ لیکن یہ نیک فطرت تھے، کہتے ہیں میں طعن وطنز سے ہمیشہ احتراز کرتا تھا)۔ آہستہ آہستہ مجھے خوش اعتقادی پیدا ہوتی گئی۔ (آہستہ آہستہ مجھے بھی اس بات پر اعتقاد ہوتا گیا)۔ حضور کا اُنہی

دنوں میں پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے ساتھ بھی بحث و مباحثہ جاری تھا۔حضورنے اس بات پر زور دیا کہ مقابلہ میں قرآن شریف کی عربی تفسیر لکھی جاوے۔ اور وہ اس طرح کہ بذریعہ قرعہ اندازی کوئی سورۃ لے لی جاوے اور فریقین ایک دوسرے کے بالمقابل بیٹھ کر عربی میں تفسیر لکھیں۔ کیونکہ قرآنِ کریم کا دعویٰ ہے کہ لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ (الواقعہ: 80) ایک کاذب اور مفتری پر اس کے حقائق اور معارف نہیں کھل سکتے۔ اس لئے اس طرح فریقین کا صدق و کذب ظاہر ہوسکتا ہے۔ ان ہی ایام میں پیر صاحب کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا جس میں حضرت مسیح موعود کی طرف چوبیس باتیں منسوب کر کے یہ استدلال کیا گیا تھا کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام (نعوذباللہ) ملحد اور اسلام سے خارج ہیں۔ اس اشتہار میں اکثر جگہ حضور کی تصانیف سے اقتباسات نقل کئے گئے تھے۔ (کہتے ہیں کہ) مَیں عموماً فریقین کے اشتہارات دیکھتا رہتا تھا۔ (ابھی احمدی نہیں ہوا تھا لیکن فریقین کے دونوں طرف سے اشتہار دیکھتا رہتا تھا)۔ مذکورہ بالا اشتہار کے ملنے پر جو غیر احمدیوں نے مجھے دیا تھا مَیں نے احمدی احباب سے استدعا کی کہ وہ مجھے اصل کتب لا کر دیں تا کہ مَیں خود مقابلہ کرسکوں۔ مقابلہ کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ بعض حوالے گو صحیح تھے مگر اکثر میں انہیں توڑ مروڑ کر اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ (اور یہی حال آج بھی ہے۔ اب مخالفین نے ایک نئی مہم شروع کی ہوئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب سے حوالے دیئے جاتے ہیں اور ان کو توڑ مروڑ کر پھر اس سے اشتہار لگا کر یا پھر بڑے بڑے پوسٹر بنا کے یا جماعت کے خلاف کتابچہ شائع کر کے حضرت مسیح موعود کے خلاف دریدہ دہنی کی جاتی ہے اور ہمارا جو پروگرام ہے ''راہِ ہدیٰ'' اور اس کی اب ویب سائٹ بھی شروع ہوگئی ہے، اُس میں اس کے جواب آرہے ہیں، اور اصل حوالے اور اصل کتب کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ جا کے دیکھیں تو خود پتہ لگ جائے۔ اس سے بھی اب بعض ایسے لوگ جنہوں نے اس طرح جائزہ لینا شروع کیا تو اللہ کے فضل سے اس کے نتیجہ میں بیعتیں بھی ہو رہی ہیں۔ تو یہ اعتراضات، یہ حربہ مولویوں کا ہمیشہ سے رہا ہے۔ یہ آج کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ بعض دفعہ لوگ گھبرا جاتے ہیں۔ اسی طرح جو ویب سائٹ شروع ہوئی ہیں، ان کے انچارج آصف صاحب ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ لوگوں نے بڑی بھرمار کر دی ہے اور ہمارے جواب اُس طرح نہیں جاسکے رہے۔ تو مَیں نے اُن کو یہی کہا تھا آپ کچھ دیر انتظار کریں یہ لوگ خود ہی جھاگ کی طرح بیٹھ جائیں گے۔ اور یہی ہوا۔ اُس میں اعتراضات کی جو بھرمار تھی ان پر جب ہماری طرف سے جوابات کی اس طرح ہی بھرمار ہوئی ہے تو آہستہ آہستہ خاموش ہو کے بیٹھ گئے۔ بلکہ اب انہوں نے اپنے جو دوسرے سائٹس ہیں ان میں یہ پیغام دینا شروع کر دیا ہے کہ راہ ھُدیٰ کی جو ویب سائٹ ہے اس پر کوئی نہ جائے۔ اس میں یہ ہمیں صحیح طرح access نہیں دیتے حالانکہ خود اُن کے پاس جواب نہیں ہیں۔ کیونکہ مایوس ہو چکے ہیں اس لئے دوسروں کو بھی روک رہے ہیں۔ بہر حال ہمیشہ سے ہی یہ طریق رہا ہے) تو کہتے ہیں کہ مَیں نے جب کتابیں کھول کے یہ دیکھا، تو حوالے تو دیئے ہوئے تھے لیکن توڑ مروڑ کر اُن کو پیش کیا گیا تھا۔

(خطباتِ مسرور جلد 9 صفحہ 174)

پیدائشی احمدیوں کو اپنے دلوں کو ٹٹولتے ہوئے جائزہ لینا چاہئے

یعنی آپ کے وجود کی، آپ کی ذات کی اصل اور بنیادی وجہ ہیں۔ پس جب آپ اپنے ماننے والوں کو ایک جگہ مخاطب کر کے یہ فرماتے ہیں کہ ''میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو'' (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34) تو یہ کام جن کا آپ نے ذکر فرمایا ہے، یہ کام کرنے والے ہی آپ کے وجود کی سرسبز شاخ بن سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنے وجود کا یہی بنیادی مقصد قرار دیا ہے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ایک شیریں اور میٹھے پھلدار درخت کی کچھ شاخیں زہریلے پھل دینے لگ جائیں یا سوکھی شاخیں اُس درخت کا حصہ رہیں۔ سوکھی شاخوں کو تو کبھی اُس کا مالک جو ہے رہنے نہیں دیتا بلکہ کاٹ کر علیحدہ کر دیتا ہے۔ پس بہت خوف کا مقام ہے۔ ہمیں ہر وقت ذہن میں یہ رکھنا چاہئے کہ بیعت کے بعد ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں۔ جو تو نئے بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو رہے ہیں، اُن کے واقعات اور حالات جب مَیں سنتا ہوں یا خطوں میں پڑھتا ہوں تو اپنے ایمان میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن بعض وہ جن کے باپ دادا احمدی تھے ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں، جب بعض دفعہ ان کے بعض حالات کا پتہ چلتا ہے کہ بعض کمزوریاں پیدا ہو رہی ہیں تو دکھ اور تکلیف ہوتی ہے کہ اُن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی طرف اُس طرح توجہ نہیں ہے جس طرح ہونی چاہئے۔ پیدائشی احمدی ہونا بعض دفعہ بعض لوگوں میں سستیاں پیدا کر دیتا ہے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنے دلوں کو ٹٹولتے ہوئے اپنا جائزہ لینا چاہئے۔ اپنے دلوں کو ٹٹولتے رہنا چاہئے کہ کیا ہم کہیں ایسی ستیوں کی طرف تو نہیں دھکیلے جا رہے جو کبھی خدانہ کرے، خدانہ کرے واپسی کے راستے ہی بند کر دیں، یا ہم صرف نام کے احمدی کہلانے والے تو نہیں ہو رہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ارشادات میں، اپنی تحریرات میں متعدد جگہ اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ احمدیت کی حقیقی روح تبھی قائم ہوسکتی ہے جب ہم اپنے جائزے لیتے رہیں اور ہمارے قول و فعل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ آپ ہم میں اور دوسروں میں ایک واضح فرق دیکھنا چاہتے ہیں۔

(خطباتِ مسرور جلد 9 صفحہ 199)

جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ سچائی کا اظہار نہیں ہے

سچائی ایک ایسا وصف ہے کہ جس کے اپنانے کے بارے میں صرف مذہب ہی نے نہیں کہا بلکہ ہر شخص جس کا کوئی مذہب ہے یا نہیں اس اعلیٰ خُلق کے اپنانے کا پُر زور اظہار کرتا ہے۔ لیکن اگر ہم جائزہ لیں تو اس اظہار کے باوجود سچائی کے اظہار کا حق نہیں ادا کیا جاتا۔ جس کو جب موقع ملتا ہے اپنے مفاد کے حصول کے لئے جھوٹ کا سہارا لیتا ہے۔ انسان کی ذاتی زندگی سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک میں سچائی کا خُلق اپنانے کا جس شدت سے اظہار کیا جاتا ہے اُسی شدت سے وقت آنے پر اُس کی نفی کی جاتی ہے۔ اپنے مفاد حاصل کرنے کے لئے روزمرہ کے معمولی معاملات میں بھی جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے اور وہ حقیقی سچائی جسے قولِ سدید کہتے ہیں اُس کی نفی ہو رہی ہوتی ہے۔ کاروباری معاملات ہیں تو دنیا کا ایک بہت بڑا طبقہ اِن میں جھوٹ کا سہارا لیتا ہے۔ معاشرتی تعلقات ہیں تو ان میں بسا اوقات جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ ملکی سیاست ہے تو اس میں سچ کا خون کیا جاتا ہے۔ بین الاقوامی سیاست اور تعلقات ہیں تو اِس کی بنیاد بھی جھوٹ پر ہے۔ اکثر دفعہ تو یہی دیکھنے میں آیا ہے۔ حتیٰ کہ مذہب جو خالصتاً سچائی کو لانے والا اور پھیلانے والا ہے اس میں بھی مفاد پرستوں نے جھوٹ کو شامل کر کے سچ کی دھجیاں بکھیر دی ہیں یا کوشش کرتے ہیں کہ سچ کو اس طرح چھپا دیں کہ سچ کا نشان نظر نہ آئے۔ بعض لوگ تو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اتنا جھوٹ بولو کہ سچ جو ہے وہ جھوٹ بن جائے اور جھوٹ جو ہے وہ سچ بن جائے۔ یہ بے خوفی اور بیباکی سچائی کو ہر سطح پر پامال کرنے کی اس لئے پیدا ہوگئی ہے کہ خدا تعالیٰ پر یقین نہیں رہا۔ اگر خدا تعالیٰ پر یقین ہو تو ہر سطح پر جھوٹ کا سہارا اس طرح نہ لیا جائے جس طرح اس زمانے میں لیا جاتا ہے یا اکثر لیا جاتا ہے۔ ذاتی زندگی میں گھروں میں ناچاقیاں اس لئے بڑھتی ہیں کہ سچائی سے کام نہیں لیا جاتا اور اس سچائی سے کام نہ لینے کی وجہ سے میاں بیوی پر اعتماد نہیں کرتا اور بیوی میاں پر اعتماد نہیں کرتی اور جب بچے دیکھتے ہیں کہ ماں باپ بہت سے موقعوں پر جھوٹ بول رہے ہیں تو بچوں میں بھی جھوٹ بولنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ نئی نسل جب بعض غلط کاموں میں پڑ جاتی ہے وہ اس لئے کہ گھروں کے جھوٹ اُنہیں برائیوں پر اُبھارتے ہیں۔ یوں لاشعوری طور پر یا شعوری طور پر اگلی نسلوں میں بجائے سچائی کی قدریں پیدا کرنے کے اُسے بعض گھر زائل کر رہے ہوتے ہیں۔ اپنے بچوں کو برباد کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر باقی معاشرے سے تعلقات کا بھی یہی حال ہے۔ اسی طرح کاروباری جھوٹ ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا بدقسمتی سے مسلمان ممالک میں یہ زیادہ عام بیماری ہے۔ سچائی اور صداقت کا جتنا شور مچایا جاتا ہے اتنا ہی عملاً اس کی نفی کی جاتی ہے۔ اسی طرح ملکی سیاست ہے اس میں عموماً جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے لیکن مسلمان کہلانے والے ممالک جن کو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچائی پر قائم رہنے اور جھوٹ سے نفرت کرنے کی تلقین کی ہے، بڑی شدت سے ہدایت دی ہے وہ اُتنا ہی جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔

(خطباتِ مسرور جلد 9 صفحہ 450)

آج ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ ہماری اخلاقی حالت کیا ہے

بہت سارے مسائل، بہت ساری لڑائیاں، بہت ساری رنجشیں اسی لئے پیدا ہوتی ہیں، یا دلوں میں کینے پلتے ہیں اور بدلے لئے جاتے ہیں یا پھر زبان اس طرح چلائی جاتی ہے کہ وہ لگتا ہی نہیں کسی ایک مومن کی زبان ہے جس سے شریفانہ الفاظ ادا ہو رہے ہوں)۔ پھر فرمایا ''دل سے اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے کرتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے۔ اور پھر کینہ پیدا کرتا ہے۔ کسی میں قوتِ شہوت غالب ہوتی ہے اور وہ اس میں گرفتار ہو کر حدود اللہ کو توڑتا ہے''۔ (ان ملکوں میں گندی فلمیں دیکھنا، بے حیائی کی باتیں سننا، ان لغویات کو دیکھنا یہ سب اسی لئے پیدا ہوتی ہیں کہ دل میں تقویٰ نہیں ہوتا اور یہی قوتِ شہوت ہے جو غالب ہو جاتی ہے۔ نوجوانوں کو خاص طور پر اس کا خیال رکھنا چاہئے)۔ فرمایا: ''غرض جب تک انسان کی اخلاقی حالت بالکل درست نہ ہو وہ کامل ایمان جو منعم علیہ گروہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سچی معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے اس میں داخل نہیں ہوسکتا''۔ پس بہت قابلِ فکر بات ہے کہ عہد تو ہم یہ کر رہے ہیں کہ ہم ایمان میں بڑھیں گے۔ آپ فرما رہے ہیں کہ کامل ایمان پیدا ہی نہیں ہوسکتا اگر یہ باتیں تمہارے اندر ہیں۔

فرمایا: ''پس دن رات یہی کوشش ہونی چاہیے کہ بعد اس کے جو انسان سچا موحد ہو اپنے اخلاق کو درست کرے''۔ (جب آپ نے اس بات پر یقین قائم کرلیا کہ مَیں ایک خدا کی عبادت کرنے والا ہوں تو پھر اپنے اخلاق کو بھی درست کرو)۔ فرمایا ''مَیں دیکھتا ہوں کہ اس وقت اخلاقی حالت بہت ہی گری ہوئی ہے''۔ (حالانکہ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے، اخلاق حالت کے معیار بہت اعلیٰ تھے۔ آپ اُن سے بھی اونچا دیکھنا چاہتے تھے۔ آج ہمیں اپنا

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

جائزہ لینا چاہئے کہ ہماری کیا حالت ہے)۔

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 472)

سب سے بہترین طریقہ خود اپنے جائزے لینے کی عادت ہے

پھر امانتوں میں ووٹ کے حق کا صحیح استعمال ہے، جہاں بھی استعمال ہونا ہو، پھر اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے عہدِ بیعت کا حق ادا کرنا ہے، اس کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا واضح فرمایا ہے کہ جس کے سپرد جو بھی امانتیں ہیں تم اُس کے لئے پوچھے جاؤ گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال میں تکبر سے بچنے اور عاجزی اختیار کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ ہمارے ہاں اکثر مسائل اور جھگڑے تفاخر اور تکبر سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر انسان اپنی حیثیت پر غور کرتا رہے تو ہمیشہ عاجزی کا اظہار ہو اور اس کے جائزے سب سے زیادہ انسان خود لے سکتا ہے۔ دوسرے کے کہنے پر تو بعض دفعہ غصہ بھی آ جاتا ہے چِڑ بھی جاتا ہے لیکن خود اپنا جائزہ لینے کی عادت ڈالیں تو یہ سب سے بہترین طریقہ ہے۔ ایمانداری سے، قرآنی احکامات کو سامنے رکھتے ہوئے جائزے لیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا خوف ہو اور یقیناً ہر احمدی میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، صرف ضمیر کو جھنجھوڑنے کی ضرورت ہے تو یہ جائزے بڑی آسانی سے لئے جا سکتے ہیں۔ پس قرآنِ کریم کو پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کے حکموں پر غور کرنے کی عادت ڈالیں۔ آج مختصر وقت میں میں تمام احکامات کی تفصیلات تو آپ کے سامنے نہیں رکھ سکتا، جیسا کہ میں نے کہا خود ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے اور یہ تبھی ہو گا جب قرآنِ کریم کی ہر گھر میں باقاعدہ تلاوت بھی ہو، اُس کو سمجھنے کی کوشش بھی ہو اور اُس پر عمل کرنے کی کوشش بھی ہو۔ بچوں کی بھی نگرانی ہو کہ وہ نمازوں کی طرف بھی توجہ دے رہے ہیں، قرآنِ کریم کو پڑھنے کی طرف بھی توجہ دے رہے ہیں۔ ہر احمدی کو جس کا ایمان لانے کا دعویٰ ہے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایمان کا دعویٰ تبھی مکمل ہوتا ہے جب یومِ آخرت پر بھی ایمان ہو اور یقین ہو اور یہ واضح ہو کہ مرنے کے بعد کی ایک زندگی ہے جس میں اس دنیا کے کئے گئے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ جہاں آخری فیصلہ ہو گا۔ جہاں جزا سزا کا فیصلہ ہو گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مساجد آباد کرنے والوں کی یہ نشانی بھی بتائی ہے کہ اُن کو آخرت پر بھی ایمان ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی اور وہاں حساب کتاب کو بھی وہ برحق سمجھتے ہیں اور جب برحق سمجھتے ہیں تو جہاں مسجد میں عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کے باقی احکامات پر بھی عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تا کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں اُس کے انعامات کے وارث بنیں۔ اور پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل ہو گا اس یقین پر انسان قائم ہو گا کہ آخرت کے سوال جواب سے بھی گزرنا پڑنا ہے تو پھر انسان خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے گا۔ اپنی تمام تر توجہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور حدیث میں آیا ہے کہ بہترین عبادت نماز ہے۔ (جامع الاحادیث از جلال الدین سیوطی باب الھمزۃ مع الف جلد 5 صفحہ 186 حدیث:3952 بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ CD) جب مومنین کی جماعت نماز کے لئے جمع ہوتی ہے تو پھر جہاں خدا تعالیٰ کی وحدت کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے وہاں ایک دوسرے کے لئے نیک جذبات اور جماعتی وابستگی اور وحدت کا بھی اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔ پھر اُن تمام نیک اعمال بجالانے کی طرف بھی توجہ جاتی ہے جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حق سے ہے یا اُس کی مخلوق کے حق سے ہے۔

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 492)

فقہی کارنر

نماز میں ہاتھ ناف سے اوپر باندھنا

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب نے کہ ایک دفعہ خلیفہ اوّل کے پاس کسی کا خط آیا کہ کیا نماز میں ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث ملتی ہے؟ حضرت مولوی صاحب نے یہ خط حضرت صاحب کے سامنے پیش کیا اور عرض کیا کہ اس بارہ میں جو حدیثیں ملتی ہیں وہ جرح سے خالی نہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا مولوی صاحب آپ تلاش کریں ضرور مل جائیں گی کیونکہ باوجود اس کے کہ شروع عمر میں بھی ہمارے ارد گرد سب حنفی تھے مجھے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا کبھی پسند نہیں ہوا۔ بلکہ ہمیشہ طبیعت کا میلان ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے کی طرف رہا ہے اور ہم نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ جس بات کی طرف ہماری طبیعت کا میلان ہو وہ تلاش کرنے سے ضرور حدیث میں نکل آتی ہے۔ خواہ ہم کو پہلے اُس کا علم نہ ہو۔ پس آپ تلاش کریں ضرور مل جائے گی۔ مولوی سرور صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس پر حضرت مولوی صاحب گئے اور کوئی آدھا گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ خوش خوش ایک کتاب ہاتھ میں لئے اور حضرت صاحب کو اطلاع دی کہ حضور حدیث مل گئی ہے اور حدیث بھی ایسی کہ جو علی شرط الشیخین ہے جس پر کوئی جرح نہیں۔ پھر کہا کہ یہ حضور ہی کے ارشاد کی برکت ہے۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 92)

حضرت حاجی غلام احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ نماز میں ہاتھ کس جگہ باندھیں۔ آپ نے فرمایا کہ:

ظاہرہ آداب بھی ضروری ہیں مگر زیادہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف نماز میں رکھنی چاہئے۔

(اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 246 نیا ایڈیشن)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

آئینہ صرف نقائص ہی نہیں بتاتا بلکہ انسانی چہرے کی خوبصورتی سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ اس کے حسن کی تعریف کرتا ہے۔ اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوبصورت اور صحت مند چہرہ ملنے پر شکر گزاری کے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ آنحضور ﷺ آئینہ دیکھتے وقت یہ دُعا کیا کرتے تھے۔

کہ اے اللہ! خوبصورت شکل و شباہت بھی تو نے ہی عطا کی ہے۔

اب میرے اخلاق بھی حسین اور خوبصورت بنا دے۔

(مسند احمد مطبوعہ بیروت جلد 6 صفحہ 150)

(اداریہ: آئینہ جھوٹ بولتا ہی نہیں الفضل آن لائن لندن 21 فروری 2020ء)

(مرسلہ: ذیشان محمود۔ سیرالیون)

طلوع وغروب آفتاب

25/اکتوبر2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:03	17:49
مدینہ منورہ	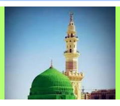	05:06	17:47
قادیان		05:17	17:46
ربوہ		04:57	17:26
اسلام آباد ٹلفورڈ	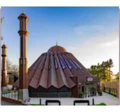	06:14	17:50